الحق

کاروانِ آخرت
مولانا سمیع الحق
مرتب
مولانا محمد ابراہیم فانی
مؤتمر المصنفین
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور
پاکستان

اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد ۲۵
شمارہ ۳

جمادی الاول ۱۴۱۰ھ
دسمبر ۱۹۸۹ء

بیاد
حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مدیر معاون : عبدالقیوم حقانی

مدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم : شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم ۳۴۰ / ۳۴۱ / ۴۳۵ کوڈ نمبر ۰۵۲۳۱۷

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۵۰/- روپیہ فی پرچہ ۵/- روپیہ بیرون ملک بحری ڈاک ۸/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲/- پونڈ
سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش آغاز

جہاد افغانستان اور مولانا سمیع الحق مدظلہ کی خاموش سفارتی مہم

اس صدی کا سب سے بڑا المیہ غیرت وحمیّت کی سرزمین افغانستان میں روس کی بربریت، بہمیت اور سفاکی ہے تاہم افغان مجاہدین کے مسلسل جہاد، عزم وہمت، شوقِ شہادت، جوشِ ایمان اور بے مثال استقامت نے روس کو ذلیل ترین پسپائی اور افغانستان سے نکل جانے پر مجبور کردیا۔ اور الحمدللہ کہ اس جہاد میں مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ، ان کے تلامذہ اور فضلاء جمعیت علماء اسلام اور اس کے مرکزی سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق اور ان کے رفقاء کا بھی بھرپور حصہ رہا ہے ـــــ اور اب جب کہ فتح وانقلاب کا حساس اور نازک ترین مرحلہ قریب آگیا ہے تو "الکفر ملة واحدة" کے پیشِ نظر سب اس پر متفق ہوگئے کہ وہاں اسلامی انقلاب نہ ابھرنے پائے اور انقلاب کی تکمیل سے پہلے پہلے دینی قوتوں کو مفلوج، مجاہدین کو منتشر اور ان کے روشن مستقبل کو تاریک بنا دیا جائے۔ اور پاکستان کی طرح وہاں بھی اقتدار ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں تھما دیا جائے جو نام تو اسلام کا لیں مگر کام وہی کریں جو طاغوتی طاقتیں ان کے سپرد کردیں۔ اب کے نازک ترین اور حساس مرحلہ پر افغان قیادت کی طرح عالم اسلام کی تمام حامی قوتوں بالخصوص پاکستان میں مؤثر سیاسی اثر ورسوخ رکھنے والی دینی قوتوں اور سیاسی رہنماؤں کو اپنا بھرپور کردار ادا کرنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے گذشتہ ماہ لندن اور شکاگو میں منعقد ہونے والی ختم نبوت کانفرنسوں کے لئے سفر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سارقینِ ختم نبوت کے تعاقب کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کے اہم ترین مسئلہ جہاد افغانستان کے لئے بھی اپنی خاموش سفارتی مہم جاری رکھی۔ اسی اہم مقصد کے پیشِ نظر موصوف نے امریکہ کے سفر کا پروگرام بنایا۔ جہاں انہوں نے امریکن کانگریس اور سینیٹ میں ری پبلکن ڈیموکریٹک پارٹی کے اہم ارکان سینیٹر گارڈن ہمفرے اور کانگریس میں ببل مکالم اور مسٹر چارلس ولسن سے الگ الگ تفصیلی ملاقاتیں

کیں۔ ان کے علاوہ وہ امریکی وزارت خارجہ کے جنوبی ایشیا کے نائب وزیر خارجہ مسٹر بشیف سے بھی ملے ان ملاقاتوں میں مولانا سمیع الحق نے افغانستان کے بارہ میں امریکہ کی بدلتی ہوئی پالیسیوں اور مجاہدین کی راہ میں پیدا کی جانے والی دشواریوں سے انہیں اپنے خدشات اور تشویش سے آگاہ کیا اس صدی کے طویل اور عظیم جہاد اور جنگ آزادی کو سبوتاژ کرنے سے خود امریکہ کے حق میں بھی مستقبل کے بھیانک خطرات سے انہیں آگاہ کیا۔ پاکستان اور افغانستان کی حساس جغرافیائی پوزیشن کی بنا پر امریکہ کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ مولانا سمیع الحق نے ان پر واضح کیا کہ پاکستان کا مسئلہ صرف روس کی واپسی نہیں بلکہ تیس لاکھ افغان مہاجرین کو باعزت طور پر واپس جانا اور وہاں کے عوام کے لئے قابل قبول اور مستحکم حکومت کا قیام ہے۔ امریکی کانگریس سینٹ اور وزارت خارجہ کے ان ارکان نے مولانا کا موقف نہایت غور اور دلچسپی سے سنا اور بعض نے خود بھی امریکہ کی ان مبہم پالیسیوں پر تشویش کا اظہار کیا جب کے بعض ارکان نے امریکی صدر بش کے تازہ مؤقف کے حوالہ سے مولانا کو یقین دلایا کہ امریکہ کی افغان پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں کی جارہی البتہ بعض لابیاں مشکلات پیدا کر رہی ہیں۔ انہوں نے مولانا سمیع الحق مدظلہ کو اس بات کا بھی یقین دلایا کہ آپ کے خیالات اور جذبات اور بعض اہم امور کے بارے میں مفید تجاویز سے پارلیمنٹ کو بھی آگاہ کریں گے۔ اس موقع پر وائس آف امریکہ نے پاکستان اور افغانستان کی تازہ صورت حال سے متعلق مولانا سمیع الحق کا ایک اہم انٹرویو بھی نشر کیا۔

واشنگٹن میں امریکی کانگریس، سینیٹ اور وزارت خارجہ کے ارکان سے جو گفتگو ہوئی ہم ذیل میں اس کے بعض اہم نکات کیسٹوں اور وہاں کے اخبارات سے نقل کرکے نذر قارئین کر رہے ہیں۔

امریکی وزارت خارجہ، ارکان سینٹ و کانگریس سے مولانا سمیع الحق کی گفتگو کے اقتباس

● جہاد افغانستان اور افغان مجاہدین کی مساعی اور جنگ آزادی کے متعلق امریکی پالیسی کی تبدیلی انسانی اقدار، شرافت وحیا، مروت وہمدردی اور اب تک کے مواعد وعزائم اور افغانیوں کی طویل ترین اور عظیم قربانیوں سے خیانت اور غداری کے مترادف ہے جب کہ امریکہ کو مقاصد جہاد کا پہلے سے علم تھا، مگر وہ ساتھ دیتا رہا۔ اور اب جب کامیابی کا مرحلہ قریب آپہنچا ہے اور مجاہدین ایک حساس اور فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکے ہیں۔ عبوری حکومت تشکیل دی جا چکی ہے مگر امریکہ کا اسے تسلیم نہ کرنا

افغانستان کے جہاد و حریت ، ان کے نظریۂ جنگ اور اس سے حاصل ہونے والے نتائج اور مقاصد کو تاراج کر دینے کے رسوا ترین اقدام کے سوا کوئی دوسرا نام نہیں دیا جا سکتا۔ اس سے دنیا بھر میں امریکہ کی ساکھ کو نقصان پہنچا اس کا وقار اور اعتبار ختم ہوا۔

❁ امریکہ کو اپنی تازہ ترین پالیسی پر نظرثانی کرنی چاہئے ــــ اور اگر یہی پالیسی رہی تو۔ یقین جانئے امریکی پالیسی سازوں کے غلط اندازے انہیں ایک نئے ایران کا سامنا کرنے پر مجبور کر دیں گے جو عراق سے نبرد آزما کمزور ایران نہیں بلکہ سپر طاقت کو نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ نکالنے اور عالم اسلام کی بھرپور حمایت رکھنے والا افغانستان ہوگا۔ اس طرح امریکہ کی سابقہ تمام حمایت اور محنت پر پانی پھر جائے گا۔ اس سے افغانیوں کا امریکہ کے لئے نرم گوشہ اور محبت نفرت سے تبدیل ہو جائے گی۔ اور روس اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر ان کے زخموں کو مندمل کرا سکے گا اور وہ بھی روس کے ساتھ بیٹھنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ یہ پڑوسی ہیں تھک گئے ہیں اور ان کی دشمنی روس سے امریکہ منتقل ہو جائے گی۔ کہ افغانستان کو ۱۶ کلومیٹر پر ایک آہنی ہمسایہ مل سکتا ہے۔

❁ افغان عبوری حکومت کو تسلیم کرنا مستقبل میں ایک مضبوط مستحکم حکومت کے قیام اور استحکام کی ضمانت قرار دیا جا سکتا ہے ــــ آزاد اور مستحکم افغانستان اور ایشیا میں امن کے قیام کے لئے پاکستان واحد خطہ ہے جہاں داخلی امن ضروری ہے جب کہ ایران، عرب دنیا اور ہندوستان کے حالات غیر یقینی ہیں آزاد افغانستان کا قیام اور پاکستان میں استحکام روس کی بکھرنے والی ایمپائر کو سنبھالنے کے لئے ضروری ہے جب کہ اس کے بکھرنے کا آغاز ہو چکا ہے۔

❁ موجودہ افغان حکومت کو تسلیم کرنے اور مستقبل میں افغان مجاہدین کی حکومت قائم کرنے کے سوا کسی بھی دوسرے متبادل حل کا امکان نہیں۔ افغانی عوام ظاہر شاہ کو اپنا قاتل اور حالیہ روسی بربریت کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ باہر سے مسلط کئے جانے والا سیٹ اپ کٹھ پتلی حکومت، افغانیوں کے مزید غیظ و غضب کو دعوت دے گی۔ پھر امریکہ کو اس سے بڑھ کر اپنی قوت اور اسلحہ خرچ کرنا ہوگا جتنا کہ اب روس نجیب حکومت کے تحفظ کے لئے کر رہا ہے اور اس کے نتیجہ میں مسلسل خانہ جنگی، بھیانک مستقبل اور نہ ختم ہونے والے قتل و خون کا ذمہ دار امریکہ ہوگا۔

❁ ایران اور روس کا قرب بھی امریکہ کی غلط پالیسیوں کے ہاتھوں ہوا اور متبادل افغان حکومت بھی

روس کے قریب جائے گی اور یہ سارا نقشہ ہرگز آپ کے حق میں نہیں ہوگا۔

● جہاں تک جلال آباد میں جنگ اور مجاہدین کے حملوں کا فوری نتیجہ خیز ثابت ہونے کی بات ہے تو اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ افغان مجاہدین نے اس سلسلہ میں کوئی لاف زنی نہیں کی، یہ ساری پیشین گوئیاں واشنگٹن کی تھیں رومانٹیک اعلانات آپ نے کیے ایسے حساس ترین وقت میں اسلحہ کی ترسیل روکنا حد درجہ نامناسب منافقانہ اور مذموم فعل تھا جس کا خود وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے اپنے انٹرویو میں بھی اعتراف کیا ہے۔

● جلال آباد کی جنگ سے متعلق جہاں تک میرا خیال ہے اور یہ درست بھی ہے اور اس کے کافی قرائن اور شواہد بھی ہیں کہ آپ ہی کے مشورہ اور ہدایات کے بنا پر پلاننگ ہوئی۔ روس بھی چار ہزار بلین ڈالر کے ہتھیار کا اعتراف کرچکا ہے۔ روس کی ۳۶۰۰ فلائٹ کابل پہ اتر چکی ہیں کٹھ پتلی افغان حکومت اور روس کی بھرپور مدافعت اور لگاتار ہوائی حملوں کے باوجود افغان مجاہدین پامردی سے ڈٹے رہے۔

امریکہ کے مختلف شہروں میں استقبالیہ تقریبات اور مسلمانوں کے مختلف اجتماعات سے خطاب

● واشنگٹن میں ان اہم ملاقاتوں اور مذاکرات کے علاوہ بھی وہاں کے مسلمانوں کی مختلف سیاسی وسماجی اور دینی تنظیموں کی طرف سے مختلف شہروں میں دئے جانے والے استقبالیوں میں شرکت کی۔ مرکزی اسلامک سنٹر آرلنگٹن میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ نیویارک میں بھی استقبالیہ تقریبات میں شرکت کی۔ مولانا سمیع الحق نے ان اجتماعات میں بھی مسلمانوں کو امریکہ اور یورپ میں عالم اسلام بالخصوص پاکستان اور جہادِ افغانستان کے خلاف سرگرم عمل لابیوں پر کڑی نگاہ رکھنے کی تلقین کی۔ اور انہیں ملک اور عالم اسلام کے خلاف امریکہ اور برطانیہ میں کی جانے والی سازشوں سے باخبر رہنے اور اپنا کردار ادا کرنے پر زور دیا۔

ویمبلے ہال لندن اور شکاگو میں عالمی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت اور برطانیہ کے اہم شہروں کا دورہ اور اجتماعات سے خطاب

جب کہ اس سے قبل حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے برطانیہ کے مختلف شہروں کا دورہ کیا۔ اکتوبر کے آغاز میں ویمبلے ہال لندن میں پانچویں سالانہ عالمی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے علاوہ برمنگھم، شیفلیڈ

مانچسٹر اور گلاسکو میں مختلف جلسوں سے خطاب کے دوران اس امر پر زور دیا کہ دنیا بھر میں رہنے والے پاکستانیوں کو اپنے ملک کی نظریاتی سرحدوں اور اسلامی تشخص کے تحفظ کی جدوجہد میں بھرپور کردار ادا کرنا چاہیئے۔

انہوں نے اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ عالمی استعماری قوتیں پاکستان کے اسلامی تشخص کو ختم کرنے اور اسے ایک سیکولر ریاست بنانے پر تلی ہوئی ہیں۔ اور ان کی ایجنٹ لابیاں پاکستان میں مسلسل سرگرم عمل ہیں۔ کمیونسٹ اور مغربی طاقتیں دونوں، عالم اسلام میں اسلامائیزیشن کی ابھرتی ہوئی تحریکات سے خوفزدہ ہیں اور نفاذ اسلام کی جدوجہد کو سبوتاژ کرنے کے لئے سازشیں کر رہی ہیں۔ افغان مجاہدین نے اپنے وطن کی آزادی اور پاکستان کی سالمیت کی جو جنگ چودہ لاکھ افغانوں کی قربانی کے ساتھ میدان میں جیتی ہے آج اسے سازشوں کے ساتھ شکست میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ اور اس گھناؤنی سازش میں واشنگٹن، اسلام آباد اور ماسکو کے درمیان خفیہ گٹھ جوڑ ہو چکا ہے۔ ایسے حالات میں یہاں رہنے والے مسلمان اپنے اثر رسوخ، تعلقات اور عمل و کردار سے ایک مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ جس طرح آپ حضرات دیگر علمی و دینی، مذہبی اور تبلیغی امور میں اپنے خلوص و محبت اور سرگرمی کا مظاہرہ کر رہے ہیں پاکستان میں اسلامی انقلاب اور افغانستان میں مستحکم اسلامی حکومت کے قیام و استحکام کے سلسلہ میں بھی کسی بھی ممکنہ کوشش اور مساعی سے دریغ نہیں کریں گے۔

ضبط و ترتیب :۔ عبدالقیوم حقانی

افادات و ملفوظات

بے قاعدہ اسباق سے اجتناب اور تحصیل علم میں مشقت

ایک مجلس میں دارالعلوم کے کسی طالب علم نے لنگر سے کھانا جاری کرنے کے لیے درخواست دی اور کہا کہ باہر سے روٹی لانے میں تکلیف ہوتی ہے۔ تو اس موقع پر حضرت شیخ الحدیث رح نے ارشاد فرمایا کہ ایک بار دیوبند کے زمانۂ طالب علمی میں رمضان شریف کی تعطیلات میں دہلی چلا گیا اور وہاں ایک استاذ سے سلم شروع کی۔ میری روٹی ایک ایسی جگہ مقرر ہوئی جو درسگاہ سے تقریباً دو میل دور تھی، صبح و شام وہاں سے میں طعام لایا کرتا تھا اور رمضان شریف میں تو اس دوری کی وجہ سے زیادہ تکلیف ہوتی۔

فرمایا کہ چونکہ رمضان تھا تو چائے وغیرہ پر زیادہ خرچہ آتا تھا۔ تو کھانے کے سلسلے میں اس تکلیف کو برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ سینکڑوں روپے خرچ ہوئے اور سبق صرف دو یا اڑھائی ورقے ہوا تھا ـــــ اس کے بعد ایک مرتبہ دیوبند سے تعطیلات میں وطن آیا اور طورو مردان میں مولانا عبدالجمیل صاحب سے تعطیلات میں شرح شروع کی یہاں بھی اسی طرح ہوا کہ سینکڑوں روپے خرچ ہونے کے ساتھ سفر کی تکلیف بھی برداشت کی اور سبق تقریباً یہاں بھی دو تین ورق ہوا ـــ تو اس پر میں نے یہ عزم کیا کہ بے قاعدہ سبق نہ پڑھوں گا، چونکہ تعطیلات ہوتی ہیں لہٰذا سبق پڑھنا بے قاعدہ ہوتا ہے اس لیے تعطیلات میں نہ پڑھوں گا۔ تو بقیہ چھ سات سال تعطیلات میں بھی دیوبند میں اپنے اپنے کمرہ میں مطالعہ وغیرہ میں مصروف پڑا رہتا۔

تحصیل علم کے لیے متعدد اسفار اور تجسس امور سے اجتناب

فرمایا میرٹھ (ہندوستان) کے مدرسہ میں ایک عالم تھے جو کہ ریاضی اور منطق میں بہت ماہر تھے، مسلکاً بریلوی تھے مگر اخلاق ان کے بہت اچھے تھے دیوبندی طلبہ سے بہت اچھے طریقے سے پیش آیا کرتے تھے اور فرماتے کہ یہ اس لیے کرتا ہوں تاکہ کسی کو تعصب کا شبہ نہ ہو جائے۔ ہم ان سے ریاضی کی کتابیں پڑھتے تھے۔ بدقسمتی سے ہمارے یہ استاذ کلکتہ کے مدرسہ عالیہ میں تدریس کے لیے چلے گئے۔ ہم وہاں تو نہ جاسکے البتہ دہلی آگئے، وہاں ایک مدرسہ تھا جس میں ایک ضعیف العمر فنون عالم تھے ریاضی کی کتابیں ان کے ساتھ تھیں۔ ہم نے سوچا کہ پہلے اسباق سنتے ہیں پھر دیکھ لیں گے۔ چنانچہ ہم ان کے تصریح کے سبق میں شریک ہوئے، تصریح میں ان کے ہاں تقریباً تین طالبعلم تھے۔ سبق تھا دائرہ منطقۃ البروج کا اور اس کے

تقاطع کا مُعدَّلُ النہار کے ساتھ ــــ تو استاذ یہ سمجھا رہے تھے کہ منطقۃ البروج مُعدَّلُ النہار کو نقطہ اعتدال ربیعی اور نقطہ اِعتدال خریفی پر کاٹتا ہے، اور اس مبحث کو کرہ کے ذریعہ استاذ سمجھا رہے تھے کہ اس دوران کسی قدیم طالبعلم نے کہا کہ حضرت منطقۃ البروج اور معدل النہار کے تقاطع کی صورت سمجھ میں نہیں آئی، اسکی کیا صورت ہوگی؟ تو اِس پر اُس عالم نے ایک عامیانہ فحش مثال بیان کی ـــــ تو اس قسم کی فحش امثلہ کی وجہ سے ہم یہاں سے چلے گئے اور قصبہ گلوٹھے (دہلی سے ۴۰ یا ۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے) چلے آئے، یہاں پرانے مدرسہ میں ریاضی کے ایک استاذ کے اسباق پسند آئے ــــ یہ استاذ میر زاھد بھی پڑھا رہے تھے۔ کچھ مدت کے بعد پھر امروہہ چلے گئے اور امروہہ کے چھپر مدرسہ میں داخل ہوئے، یہاں دو استاذ تھے، ایک تاجک حافظ کے نام سے مشہور تھے۔ نوجوان تھے، نئے فاضل تھے مگر تھے بڑے لائق ماہر، اور دوسرے مولانا عبداللہ باجوڑ تھے۔ آپ ہاتھ سے معذور تھے ــــ یہاں تقریباً تین مہینے گذار دیئے میر زاہد رسالہ میر زاہد، نور الانوار یہاں پڑھ لیے ــــ تاجک حافظ صاحب یہاں سے سہارن پور چلے گئے۔ اور ہم پھر میرٹھ واپس آگئے۔ فان کل شئ یرجع الی اصلہ

(حضرت شیخ الحدیثؒ نے) فرمایا، میرٹھ میں مولانا مشتاق احمد صاحبؒ (جن کا حمداللہ پر ایک مفید حاشیہ بھی ہے) سے حمداللہ پڑھی ہے۔ فرمایا میرٹھ سے ہم دیوبند آگئے، ۱۲ شوال تھی۔ مدرسہ کے منتظمین نے کہا کہ اب چونکہ داخلہ کے دن گذر چکے ہیں اس لیے بغیر طعام کے داخلہ مل سکتا ہے ــــ اس لیے ہم واپس ہوئے اور یہ سال بھی دیوبند سے باہر گذار دیا۔ دوسرے سال وقت پر آگئے، فارم داخلہ لیا، امتحانِ داخلہ مولانا اعزاز علی صاحبؒ نے لیا (جن کو امتحان میں سختی کرنے کی وجہ سے طلبہ عزرائیل کہا کرتے تھے) امتحان کے مکمل ہونے پر دیوبند میں داخلہ مل گیا۔

حضرت مدنیؒ اور جذبۂ خدمت

فرمایا ایک بار سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ دیوبند تشریف لائے، سردی کا موسم تھا، حضرت مدنیؒ کے مہمان تھے۔ رات کو لحاف اوڑھے ہوئے محو خواب تھے کہ اس دوران حضرت مدنیؒ اٹھے اور اپنے محترم مہمان کے پاؤں دبانے شروع کیے۔ شاہ جیؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مدنیؒ کی اس خدمت نے مجھے خوب مزہ دیا لیکن میں یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ صاحب کون ہیں! اور مزے کی وجہ سے میں نے پاؤں پھیلا دیئے۔ آخر میں جب لحاف سے سر کو باہر کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ میری خدمت کر رہے ہیں۔ میں گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا حضرت! میں تو غرق ہوگیا، فرمایا نہیں شاہ جیؒ! آپ میرے مہمان ہیں اور مجھے خدمت کرنے اور پاؤں دبانے کا طریقہ بہت خوب آتا ہے کیونکہ میں ہمیشہ کے لیے اپنے والد بزرگوار کی خدمت کیا کرتا تھا اور ان کے لیے چلم بھی صاف کیا کرتا تھا اس لیے ان دو چیزوں میں میرا خوب تجربہ ہو چکا ہے اور ان کو میں بہت اعلیٰ طریقہ سے ادا کر سکتا ہوں۔

وفیات

اسیرِ مالٹا حضرت مولانا عُزَیر گُل

تحریکِ آزادیٔ ہند المعروف بہ "تحریکِ ریشمی رُومال" کے عظیم رہنما

فیا ویلاہ علی فقید الاسلام ! ویا خیباہ للمسلمین ! بالآخر بقیۃ السلف، المجاہد فی سبیل اللہ تحریکِ آزادیٔ ہند اور جہادِ حریت کے عظیم جرنیل، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے معتمد و رازدار، مخلص خادم و جاں نثار، چہیتے شاگرد و رفیقِ اسارت، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے مخلص ترین رفیق، اکابر علماء دیوبند کی عظمتوں کے امین، حضرت مولانا عزیر گل صاحب مرحوم کی صورت میں ۱۰۲ سال سے مرکزِ علم دارالعلوم دیوبند، پھر برصغیر کی وسیع تر سرزمین اور اب آخر میں سخاکوٹ کی ایک چھوٹی سی بستی میاں گانو کلئے کی کچی اور کہنہ عمارتوں میں فضل و کمال، ایمان و معرفت، جہاد و حریت، علم و عظمت اور زہد و ورع کی جو آخری شمع جل رہی تھی وہ اب ہمیشہ کے لئے بجھ گئی۔ یعنی ۱۶ جمادی الثانی ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۶ نومبر ۱۹۸۹ء کو موصوف دنیائے فانی سے عالم بقا کو رحلت فرما گئے۔ إنا للہ وانا الیہ راجعون

بارہا یہ شعر پڑھا بھی تھا، سنا اور سنایا بھی تھا، مگر اب کے بار دل کی دھڑکنیں گواہی دیتی ہیں کہ جو کچھ کہا گیا تھا وہ گویا واقعۃً مرحوم ہی کے سانحۂ ارتحال کے لئے کہا گیا تھا ؎

وما کان قیسٌ هلکه هلك واحد

ولکنه بنیان قوم تهدّما

(قیس کا مرنا صرف ایک آدمی کا مرنا نہیں ہے۔ بلکہ پوری قوم کی بنیاد کا گر جانا ہے)

ایک جامع الکمالات شخصیت

کون سے مولانا عزیر گلؒ ؟ وہ جو علومِ عربیہ کے فاضل، ایک ماہر اور باکمال مدرس، زہد و ورع کی

تصویر، فضل و کمال کا مجسمہ، ایک شخصیت منفرد لیکن ایک جہانِ دانش! بلکہ دنیائے معرفت، ایک کائنات علم و عمل، ایک گوشہ نشین مجمع کمال، ایک بے نوا سلطانِ ہنر، میدانِ جہاد و تحریک حریت کا یگانہ، اکابر علمائے دیوبند کے علوم و معارف کا خزانہ، روحِ جہاد کا واقف اسرار، تعلیماتِ جہاد اسلامی کا دانائے رموز دنیا کی دولت سے بے نیاز، اہلِ دنیا سے مستغنی، انسانوں کے ردو قبول اور عالم کی داد و تحسین سے بے پروا، گوشۂ ذکر و فکر کا معتکف، وہ اپنی دنیا، دل کی دنیا بلکہ تمام برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں کا بے تاج بادشاہ، وہ ہستی جو پوری صدی سے زائد درسِ جہاد و حریت میں محو، ہر شے سے بیگانہ اور دنیا کے ہر شغل سے ناآشنا تھی۔

ان کی زندگی پوری امت کے لئے سرمایہ اعتماد اور اُن کا وجود اور دعائیں ہمارے لئے ایک سہارا تھیں۔ افسوس! کہ مقبول و مستجاب دعاؤں کا وہ مرکز اور اعتماد و سہارا جاتا رہا۔

رفتم و از رفتنِ من عالمے تاریک شد

جس عظیم ہستی اور منبع فضل و کمال کی تمدیح و توصیف، کارہائے نمایاں کی اشاعت، استخلاصِ وطن اور جہادِ آزادی کی نسبت سے ان کے عظیم خدمات کا تعارف کا فرض بارہا الحق کے صفحات میں ادا کیا جاتا رہا۔ آج انہی صفحات پر آفت زدہ اور نڈھال قلم کو اس سراپا علم و عمل اور مجسمۂ اخلاص و جہاد کا ماتم کرنا ہے۔

حضرت مولانا عزیر گلؒ کی وفات کسی ایک خاندان، کسی ایک علاقہ، کسی ایک مکتبۂ فکر یا صرف سرحد یا پاکستان کا ماتم نہیں بلکہ پوری قوم کا ماتم ہے۔ فضل و کمال کا، اخلاق و شرافت کا، سنجیدگی و متانت کا، اور عقل و رزانت کا ماتم ہے۔ فکر و اصابت کا، حریت و آزادی کا، اخلاق و ایثار کا، تاریخ جہاد اور مسلمانانِ عالم کے طالع و بخت کا ماتم ہے ع

مرثیہ ہے ایک کا اور نوحہ ساری قوم کا

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے لگائے ہوئے گلشنِ علم و عمل اور بہارِ اخلاص و للہیت کا یہ حسین پھول کملا کر مرجھا گیا۔ غلامی اور محکومی کی ظلمتوں میں چراغِ حریت (حضرت مولانا عزیر گلؒ) اپنے اس دیہاتی کچے مکان میں...... جہاں وہ ایسی درویشانہ زندگی گذار رہے تھے جو حضرت شیخ الہندؒ کے مخلصین کا طرۂ امتیاز

اور خود مولانا مرحوم کی طویل تاریخی زندگی کی سب سے زیادہ نمایاں خصوصیت رہی ہے، گُل ہو گیا۔
مگر اس کے دھوئیں کی سیاہی سے جریدۂ عالم پر یہ ہمیشہ لکھا نظر آئے گا ؂

رفتم و از رفتنِ من عالمے تاریک شد
من مگر شمعم چوں رفتم بزم برہم ساختم

کچھ مسیحا تھے کہ مُردوں کو جلا کر چل دیئے

پندرھویں صدی کے اس پہلے عشرے میں امت نے کیا کیا گوہرِ آبدار کھوئے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ
حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ، سالارِ قافلہ ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ۔ قائد ملت مولانا
مفتی محمودؒ۔ مجاہد اسلام مولانا غلام غوث ہزارویؒ۔ صدر وفاق مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ۔ قائد شریعت
شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ۔ شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلویؒ۔ پیر طریقت مولانا حافظ غلام حبیب
نقشبندی اور اب تحریکِ آزادیٔ ہند و جنود شیخ الہندؒ کے آخری سپاہی مولانا عزیر گلؒ مرحوم ؂

علم والے علم کا دریا بہا کر چل دئے — واعظانِ قوم سوتوں کو جگا کر چل دئے
کچھ سخنور تھے کہ سحر اپنا دکھا کر چل دئے — کچھ مسیحا تھے کہ مردوں کو جلا کر چل دئے

ریشمی رومال کی تحریک اور تاریخی پس منظر

۱۸۵۷ء کے جہاد و معرکۂ حریت سے لے کر استقلال و آزادیٔ برصغیر تک کا عہد مسلمانانِ ہند و پاک
کی دینی و فکری تاریخ کا اس لحاظ سے ایک نہایت ہی اہم تابناک اور درخشندہ باب ہے کہ اس دور
میں برکوچک خصوصاً سرزمینِ دیوبند میں دارالعلوم دیوبند سے دین و دانش، علم و عمل، اخلاص و تقویٰ
زہد و ورع، دعوت و ارشاد، سلوک و تصوف، قربانی و ایثار، اور جہاد و جانسپاری کی وہ بے مثال
نابغۂ روزگار اور جہاں تاب ہستیاں پیدا ہوئیں کہ جن کی نظیر قرونِ متاخرہ میں شاذ ہے۔ ان ائمہ و اکابر
کے بے شمار خصائص و مزایا ہیں۔ ان کی جامعیت، علوم منقولہ کی وسعت و عمق، علوم معقولہ کی مہارت
اور گہرائی، علوم قرآنی میں بصیرت، علوم حدیث کا شغف، بے نظیر تدریسی و تصنیفی خدمات، فتنۂ مظلمہ
والحاد اور زندقہ کا کامیاب تعاقب و مقابلہ۔ احقاقِ حق و ابطالِ باطل کے لئے پیہم جہد و کوشش

اسلام کی سرفرازی، اعلاء کلمۃ اللہ، مسلمانوں کی بقاء و حفاظت اور ملک و ملت کی آزادی کے لئے جہاد مسلسل کے ساتھ ساتھ للہیت و خشیت، محبت الٰہی، طہارت و تقویٰ، زہد و ورع، عشق نبوت و اتباع سنت، خلوص سے استغناء و بے خوفی، ہمت و جرأت، قربانی و فدائیت ایسے بدیہی کمالات ہیں کہ کوئی بھی ذی ہوش اور منصف مزاج شخص اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ ان علماء ربانیین و ائمہ ہدایت و بلانوشان محبت کے قافلہ کے ایک فرد فرید و گوہر یگانہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ ہیں جن کے علوم بے کراں و فیوض حق رساں سے لاکھوں افراد بہرہ مند ہزاروں فیضیاب اور سینکڑوں باکمال بن کر نکلے۔ بارگاہ محمودیہ کے یہ مہر و ماہ اور تارے ایک سے ایک بڑھ کر درخشندہ و روشن ہیں۔ ہر ایک اپنی شان علمی و عرفانی شان محبوبی و دلستانی اور ظاہری و باطنی تابانی میں اپنی مثال آپ ہے تاہم تلامذہ و سپاہ شیخ الہندؒ کی فہرست میں مجاہد آزادی حضرت مولانا عزیر گلؒ کا نام و مقام جرنیلوں کی لسٹ میں ہے۔ جو اپنی ذات میں دائرہ علم جامع فنون، مرکز فضیلت، منبع معارف و برکات، ظاہر و باطن کے مجمع البحرین، تقویٰ اور ورع کے آفتاب، میدان جنگ کے سپاہی، میدان جہاد کے شہسوار مجمع الفضائل اور قدوہ عالم ہیں۔

حضرت مولانا عزیر گل کی خاندانی نجابت اور شرافت

حضرت مولانا عزیر گل مرحوم قصبہ زیارت کا کا صاحب ضلع پشاور میں سادات کے مشہور و معروف خاندان کاکاخیل کے ایک ممتاز فرد ہیں۔ مرحوم کا خاندانی سلسلہ نسب شیخ المشائخ حضرت رحمکار کاکا صاحبؒ (جو جہانگیر اور شاہ جہاں کے عہد کے ایک بہت مشہور اور معروف بزرگ اور مرجع الخلائق ولی اللہ تھے) سے جاملتا ہے۔ اور کاکاخیل ہونے کی خاندانی نسبت بھی انہی سے قائم ہے۔

— — — — — — کاکاخیل خاندان شرافت و نجابت اور مکارم اخلاق میں ممتاز اور شہرۂ آفاق ہے۔ لیکن اس خاندان کی بھی مختلف شاخیں ہیں۔ مولانا مرحوم کا تعلق جس شاخ سے ہے وہ پورے خاندان میں بزرگی شرافت، علوم دینیہ کے ساتھ خصوصی تعلق، روحانیت میں ممتاز اور گل سرسبد کی حیثیت سے مشہور اور متعارف ہے۔

مرحوم ۱۳۳۱ھ میں دارالعلوم دیوبند میں تحصیل علم سے فراغت حاصل کرکے حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک آزادی ہند کے ممبر بن گئے۔ مرحوم نے تحریک کے بہت سے اہم اور عظیم الشان کام بڑی

قابلیت سے انجام دیے ،حضرت شیخ الہندؒ کی جماعت کے پرجوش اور سرگرم رکن تھے ۔

جہادِ حریت، استخلاصِ وطن اور تحریکِ ریشمی رومال

جہادِ حریت اور استخلاص وطن کی تحریکوں میں جس طرح حضرت شیخ الہندؒ کی عالمگیر اور بے مثال تحریک "ریشمی رومال" کو تاریخ جہاد آزادی میں ایک عظیم الشان مقام حاصل ہے اور جس طرح تحریک کا عظیم الشان منصوبہ ،وسیع پروگرام اور نہایت پُر اسرار نقشہ کے مطابق پورے نظم وضبط کے ساتھ دنیا میں اس کی سرگرمیاں انسان کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتی ہیں ۔اسی طرح حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے جان نثاروں مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور ان کے رفقاء بالخصوص زندانِ مالٹا کے ساتھی حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مولانا عزیر گلؒ نے جس صبر و استقامت ، جانبازی اور بے جگری سے اس تحریک کا ساتھ دیا اپنے تو کیا ، دشمن بھی اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہے ۔فرنگی استبداد کے خلاف یہ مردانِ حق اگر جان کی بازی نہ لگاتے اور اہلِ حق کا یہ قافلہ سب کچھ قربان نہ کرتا تو آج نہ صرف برصغیر بلکہ عالمِ اسلام اور ایشیا کا اکثر حصہ برٹش سامراج کا غلام ہی رہتا۔ حضرت مولانا عزیر گلؒ کی ذات قافلہ ولی اللہی و تحریک ریشمی رومال کے آخری جرنیل اور اس کے قافلہ کے راہِ بقا پر جانے والوں میں آخری مسافر تھے ۔ان کی وفات کے بعد وہ دورِ انقلابِ ہند اور جہادِ آزادی کے اس ٹمٹماتے ہوئے چراغ سے بھی عالم میں روشنی و درسِ آزادی اور انوار و برکات کا امین دور ختم ہوگیا ـــ جہادِ آزادی ہند اور تحریک ریشمی رومال ، آکسفورڈ ، کیمرج ، اور انگریزی درس گاہوں کی کاوشات سے نہیں ان بوریا نشین علماء اور دینی مدارس کے فضلاء کی سرفروشانہ مساعی کا نتیجہ تھی جس کا جال حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ نے پورے ہند میں پھیلا دیا تھا ۔

پاک و ہند اور ایشیا بھر میں اسلامی جامعات اور دینی مدارس کا جو عظیم اور وسیع جال پھیلا ہوا نظر آتا ہے یہ درحقیقت حضرت شیخ الہندؒ ہی کی تحریک کے مضبوط قلعے ہیں اور ان کی مشن کی تکمیل کے لئے آدم گری اور مردم سازی کے کارخانے ہیں ۔تحریکِ استخلاص وطن اور تحریک پاکستان میں حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ کا تاریخ ساز کردار درحقیقت شیخ الہندؒ ہی کی تعلیم و تربیت اور درسِ احیاءِ ملت کے ثمرات ہیں ۔

شیخ الہندؒ مشن کی تکمیل اور جہاد افغانستان

آج غیرت وحمیت کی سرزمین افغانستان میں دنیا کی سب سے بڑی طاقت روس سے نہتے اور بے سروسامان مگر حمیت اسلامی اور غیرت ایمانی سے سرشار جذبہ جہاد وسرفروشی سے مالامال افغان مجاہدین جن کی قیادت حضرت شیخ الہندؒ کی روحانی اولاد، علماء اور دینی مدارس کے فضلاء کر رہے ہیں اور جن میں بحمداللہ اسّی فیصد حصہ دارالعلوم حقانیہ کا ہے۔ جس سرفروشی، جاں سپاری اور جذبہ جاں نثاری سے مقابلہ کر رہے ہیں یہ سب تحریک شیخ الہندؒ اور اس کے بے لوث رہنما حضرت مدنیؒ اور مولانا عزیر گلؒ کی مساعی کی برکتیں اور ان کے مشن کی تکمیلی صورتیں ہیں۔ جو قدرت کی طرف سے افراد ملت کو مرحلہ وار پیش آ رہی ہیں۔

ہند و پاک کیا، دنیائے عالم میں شیخ الہندؒ مشن کی اشاعت ومقبولیت اور غیب سے اس کے لئے رجالِ کار کی فراہمی سے کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کے تکوینی امور میں جوں جوں زمانہ بڑھتا جائے گا تحریک شیخ الہند بھی وسیع تر ہوتی چلی جائے گی۔

آج سب کو اعتراف ہے کہ جہاد افغانستان میں جو لوگ نہتے ہاتھ، بے سروسامانی کی حالت میں، انسانی اور اخلاقی قدروں کے دشمن روس، جو افغانستان کے راستے گرم پانیوں بلکہ خلیج عرب اور خاکم بدہن آگے چل کر مرکز اسلام جزیرۃ العرب کو اپنی تگ وتاز کا میدان بنانا چاہتا ہے کا مقابلہ کر رہے ہیں عزت و آبرو لٹوا کر، سفر و مہاجرت کی صعوبتیں برداشت کر کے، اپنے بچوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے کٹوا کر، فقر و فاقہ کو خندہ پیشانی سے برداشت کر کے، دین حق کی حفاظت اور اہل کفر کے استیصال وتعاقب میں مصروف عمل ہیں۔ یہ سب حضرت شیخ الہندؒ اور اس کے جان نثار اسارت مالٹا کے رفیق ومعتمد ترین تلامذہ وخدام حضرت مدنیؒ اور مولانا عزیر گلؒ کا صدقہ جاریہ اور ان کے شاگردوں کے شاگرد بالخصوص قائد شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ ان کا علمی وعملی فیض، ان ہی کے جوش عمل اور جذبہ جہاد کا لگایا ہوا پودا ہے جو ثمر آور ہو کر پھل پھول رہا ہے۔

مولانا عزیر گلؒ جنود ربانیہ کے جرنیل

حضرت مولانا عزیر گلؒ کا جنود ربانیہ کی فہرست میں کرنل کا عہدہ تھا۔ حاجی صاحب ترنگ زئی

اور تحریک کے دوسرے اراکین تک خطوط اور پیغامات کا پہنچانا انہی کے ذمہ تھا۔ مرحوم حضرت شیخ الہندؒ کے چہیتے تلمیذ (جس کی قدرے جھلک آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔) معتمد خاص تو تھے ہی، ذاتی اور جماعتی امور میں اُن کے خزانچی بھی تھے۔ ۱۳۳۳ھ میں حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ حجاز گئے۔ اور جب حضرت شیخ الہندؒ کو گرفتار کر کے مالٹا میں نظر بند کر دیا تو یہ بھی ان کے ساتھ مالٹا میں نظر بند رہے اور اپنے پیر و مرشد اور شیخ و مربی سے قربت و خدمت، اعتمادِ خاص و استفادہ اور بھرپور قلبی توجہ اور دعا حاصل کرتے رہے۔

حضرت مدنیؒ مولانا عزیر گلؒ کا تعارف کراتے ہیں

شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے حضرت شیخ الہندؒ کے معتمد رفقاءِ کار و خدام اور تلامذہ کی تعارفی فہرست پیش کرتے ہوئے اپنی کتاب "نقش حیات" میں حضرت مولانا عزیر گلؒ کے متعلق تحریر فرمایا:-

"مولانا عزیر گلؒ صاحب قصبہ زیارت کا کا صاحب ضلع پشاور کے باشندہ اور دارالعلوم کے فاضل اور حضرت شیخ الہندؒ کے خادم خاص ہیں مشن کے ابتدا سے ممبر رہے — اور نہایت مہتم بالشان اور خطرناک کاموں کو انجام دیتے رہے۔ صوبہ سرحد اور آزاد علاقہ (یاغستان) میں سفارت کی خدمات عظیمہ انہوں نے بہت انجام دی ہیں۔ خصوصاً حضرت شیخ الہندؒ ان پہاڑی علاقوں میں اپنے ہم خیال اور ہمنوا لوگوں کے پاس انہی کو بھیجا کرتے تھے۔ دشوار گذار اور خطرناک راستوں کو قطع کر کے نہایت رازداری اور ہمت و استقلال کے ساتھ یہ بار بار آتے جاتے رہے ہیں۔ پہاڑی علاقوں اور ہولناک جنگلوں کو رات دن پیدل قطع کرتے رہے۔ حاجی ترنگ زئی صاحب اور علماء سرحد و یاغستان اور دیگر خوانین کو مشن کا ممبر بنایا۔ اور ان کے پاس پیغام و خطوط پہنچانا، ان کو ہموار کرنا، ان کا اور مولانا عبید اللہ صاحب مرحوم کا فریضہ تھا۔ جس کو ان دونوں حضرات نے اوقات مختلفہ میں انجام دیا۔ باوجودیکہ سی، آئی، ڈی ان کے پیچھے لگی رہی۔ مگر انہوں نے کبھی

اس کو پتہ چلنے نہیں دیا۔ بارہا ان کو بھیس بدلنا اور باغیان علاقوں ہیں سے گزرنا پڑا مگر نڈر ہو کر ان کو قطع کیا۔ ہر قسم کے خطرات میں بلا خوف و خطر اپنے آپ کو ڈالتے رہے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے نہایت مخلص اور رفدائی ہیں۔ کسی قسم کا طمع اور غرض نفسانی نہیں رکھی۔ نہ حضرتؒ سے جدا ہوئے۔ لوگوں نے بہت کوششیں کیں کہ یہ جدا ہو جائیں۔ مگر انہوں نے گوارا نہ کیا۔ اور ہمیشہ عاشقانہ ولولوں کے ساتھ خدمت میں حاضر رہے حتیٰ کہ مالٹا کی اسارت میں بھی نہایت دل جمعی سے شریک اور رفیق رہے۔ ہر قسم کی خدمت کو اپنے لئے خوش نصیبی سمجھا کئے۔ لوگوں نے ان کو سی، آئی، ڈی مشہور کیا۔ آوازے کسے۔ حضرت کو بھڑکایا۔ بدظن کرنے کی کوششیں کیں۔ مگر حضرت مردم شناس دماغ اور قلب رکھتے تھے۔ ان کی طرف سے آخر تک بدظن نہ ہوئے۔ اور آخر وقت تک ان کو ساتھ رکھا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے رازدار اور مالی سرمایہ کے خزانچی اور معتمد علیہ رہے۔ حضرت کی وفات کے بعد بھی عرصہ دراز تک حضرت کے مکان ہی پر قیام پذیر رہے۔ چونکہ ایام اسارت مالٹا میں اہلیہ محترمہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس لئے بعض احباب کی کوششوں سے حضرت کی بھانجی کی لڑکی سے نکاح بھی ہو گیا۔ اس سے ان کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں بھی ہوئیں جو کہ ماشاءاللہ اب جوان ہو گئے ہیں۔

ایام تحریک خلافت میں دیوبند خلافت کمیٹی کی صدارت کی خدمات انجام دیتے رہے۔ ضروریات معاشیہ کی بنا پر سوختہ (جلونی لکڑی) کی تجارت بھی کرتے رہے۔ پھر مدرسہ رحمانیہ رڑکی میں صدر مدرس ہو گئے۔ وہاں ہی ایک میم سے اس کی خواہش پر دوسری اہلیہ محترمہ کی وفات کے بعد نکاح کر لیا۔ اور اس اہلیہ کو لے کر وطن ضلع پشاور میں چلے گئے۔ اب وہاں ہی اقامت گزیں ہیں۔

مولانا عزیر گل سی آئی ڈی رپورٹ کے آئینہ میں

لندن کے محافظ خانوں سے تحریک آزادیٔ ہند المعروف بہ "ریشمی رومال کی تحریک" کے سلسلہ میں

ریکارڈ فائلوں کی فوٹو کاپیاں اور اس سلسلہ کا اکثر مواد منظر عام پر آ گیا ہے۔ حضرت مولانا عزیر گلؒ کے متعلق سی آئی ڈی کی جو رپورٹ ہے وہ "ریشمی رومال کی تحریک میں کون اور کیا تھا" سے نقل کر دی جاتی ہے تاکہ واضح ہو سکے کہ اپنوں نہیں پرایوں بلکہ مدمقابل کے بڑے دشمن انگریز سامراج کی نگاہ میں ان کا مقام اور منزلت کیا تھی۔ چنانچہ سی آئی ڈی کی رپورٹ میں لکھا گیا ہے۔

"عزیر گل پسر شاہد گل کا کاخیل پٹھان درگئی شمال مغربی سرحدی صوبہ میں رہتا ہے بڑا آتشیں مزاج ہے۔ ۱۔ جب وہ دیوبند میں طالب علم تھا۔ اس وقت سے مولانا محمود حسنؒ کا پکا مرید ہو گیا تھا۔ ۲۔ بڑا اہم سازشی ہے۔ ہجرت کا بڑا خواہشمند ہے ان لوگوں میں سے ایک ہے جنہوں نے ہمیشہ مولانا کو اکسایا ہے کہ وہ جہاد کے لئے ہجرت کر جائیں۔ ۳۔ وہ دیوبند میں خفیہ جلسوں میں شریک ہوا کرتا تھا اور ستمبر ۱۹۱۵ء میں مولانا محمود حسنؒ کے ہمراہ عرب گیا تھا۔ ۴۔ اس کے سفر حجاز سے قبل مولانا محمود حسن نے اس کو آزاد علاقہ میں بھیجا تھا تاکہ حاجی صاحب سیف الرحمن اور دوسرے منحرف لوگوں کو مطلع کر سکیں کہ حضرت مولانا کا ارادہ ہندوستان سے ہجرت کرنے کا ہے۔ نیز لڑائی کا اور جہاد کی تیاریوں کا مشاہدہ کر سکے۔ وہ حضرت مولانا کے ہمراہ اس وقت بھی ٹھہرا رہا جب کہ ان کے اکثر پیر اور مریدین ہندوستان کو واپس کر دئے گئے۔ ۵۔ یہ کہا جاتا تھا کہ عزیر گل کو افغانستان لے جانا ہوگا لیکن بعد کی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو مکہ میں شریف مکہ کے حکم سے ۲۲ دسمبر کو یا اس کے لگ بھگ گرفتار کر لیا گیا اور جدہ کو بھیج دیا گیا۔ جہاں سے ۱۲ جنوری ۱۹۱۷ء کو مصر روانہ کر دیا گیا۔ ۶۔ جنود ربانیہ کی فہرست میں مولوی عزیر گل کا نام لے کر اسے کرنل دکھایا گیا ہے۔"

(جاری ہے)

مولانا مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی
مفتی دارالعلوم دیوبند

عورت کی سربراہی
اور
دارالعلوم دیوبند

ایک غلط پروپیگنڈہ

عورت کی سربراہی کا مسئلہ پاکستان میں آج کل موضوع سخن بنا ہوا ہے ہندوستان میں بھی کچھ لوگ دلچسپی لے رہے ہیں۔ اور اس بارے میں اخبارات میں بعض مفصل تحریریں نظر سے گذریں ۔ علاوہ ازیں ایک فتوٰی بھی دیکھنے میں آیا۔ جس میں اسلامی مملکت کے اندر عورت کی سربراہی کو قرآن وحدیث سے اور فقہی روایات سے مطلقاً جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور اس فتوے کو دارالعلوم دیوبند کی طرف منسوب کرکے مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کے نام سے شائع کیا گیا ہے حالاں کہ دارالعلوم دیوبند سے جواز کا کوئی فتوٰی نہیں دیا گیا۔ اور نہ اس فتوٰی نویس کا دارالعلوم سے کوئی تعلق ہے۔ اس فتوٰی اور اس کے غلط انتساب کی وجہ سے پاکستان میں خصوصاً اور ہندوستان میں عموماً بڑا خلجان و اضطراب پایا جارہا ہے اس لئے بعض بزرگوں کی درخواست پر اس کا تفصیلی جواب تحریر کیا جارہا ہے۔ (مفتی حبیب الرحمٰن)

جنسی اعتبار سے عورت کی حیثیت

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں عورتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:۔
وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة (احزاب) دوسری جگہ ارشاد ہے:۔
الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضهم علی بعض (نساء) اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اپنے گھروں میں رہنے کا حکم دیا ہے اور بلا ضرورت شرعی باہر نکلنے سے انہیں منع فرمایا ہے۔ انہیں باہر کی جدوجہد سے یکسو

ہوکر اپنے گھروں کی اصلاح وتربیت کا فریضہ انجام دینا چاہیئے۔نیز بہت سے اسباب ووجوہ کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر حکمرانی اور بالادستی عطا فرمائی ہے۔

عورت ذات کو اللہ تعالیٰ نے ناقص العقل اور ناقص الدین بنایا انہیں امامت صغریٰ، امامت کبریٰ، اذان ،خطبہ ،اقامت جمعہ ۔ اقامت عیدین سے محروم رکھا۔ حدود وقصاص میں ان کی شہادت غیر معتبر قرار دی گئی۔ مردوں کے مقابلہ میں تنہا عورت کی گواہی آدھی گواہی قرار دی گئی ۔انہیں جنازہ میں جانے اور بغیر محرم کے سفر کرنے سے منع کیا گیا۔ جہاد جیسا اہم ترین رکن ان کے ذمہ واجب نہیں کیا گیا۔ وہ مردوں کی امامت نہیں کر سکتیں ہیں۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے عقل، علم، فہم تدبر، حسن تدبیر، قوت نظریہ ۔ قوت عملیہ ۔ قوت جسمانیہ، شجاعت قوت، محنت، صبر وتحمل کے لحاظ سے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے۔ پھر مرد لوگ عورتوں پر بڑا مال خرچ کرتے ہیں ان کا مہر دیتے ہیں انہیں رہنے کے لئے مکان اور نان نفقہ دیتے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ عورتوں کے محسن ہیں اور محسن ہی کو اپنے محسَن پر حکمرانی کا حق ہوتا ہے ۔محسَن اپنے محسِن پر حکمرانی کا حق نہیں رکھتا۔

عورت کی حکمرانی وسربراہی ان ہی اسباب ووجوہ کی بنا پر کسی اسلامی مملکت میں عورت کی حکمرانی و سربراہی موجب عدم فلاح اور علماء محدثین وفقہائے کرام کے نزدیک بالاتفاق ناجائز ہے۔عورت کو حکمران بنانے والے سب ہی گناہ گار ہوں گے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔

لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں لن یفلح قوم اسند وامرھم الی امرأۃ اور بعض روایت میں ہے لن یفلح قوم تملکھم امرأۃ اور ایک روایت میں ہے مخرج قوم الی لا یفلحون قائدھم امرأۃ فی الجنۃ (اعلاء السنن ص۳ ج ۵)

ان سب احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ عورت کو اپنا حکمران بنائیں گے اور اپنے ملک کی سربراہی کسی عورت ذات کے سپرد کریں گے وہ لوگ فلاح سے محروم رہیں گے۔اسلامی تاریخ کے ہر دور میں امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ حکومت کی سربراہی کسی عورت کو نہیں سونپی جاسکتی ۔اس کے لئے جہاں اور شرائط ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے ایک مذکر ہونا بھی شرط قرار دیا گیا ہے چنانچہ قاضی ابوبکر ابن العربیؒ حدیث بخاری کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وھذا نص فی ان المرأۃ لاتکون خلیفۃ ولا خلاف فیہ (ص ۱۴۴۵ ج ۳)

یہ حدیث اس بات پر نص ہے کہ عورت خلیفہ نہیں ہو سکتی اور اس میں کوئی اختلاف نہیں (احکام القرآن صفحہ ۱۴۴۵۔ جلد ۳)

ابن العربی کا یہ اقتباس علامہ قرطبی نے بھی اپنی تفسیر میں نقل فرمایا ہے اور اس کی تاکید فرمائی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ علماء کے درمیان اس میں اختلاف نہیں ہے۔

قال القاضی ابوبکر بن العربی هذا نص من ان المرأة لا تکون خلیفة ولا خلاف فیه (تفسیر القرآن للقرطبی ص ۱۸۳ ج ۱۳)

علامہ بغوی جو مشہور مفسر و محدث گذرے ہیں وہ لکھتے ہیں:۔

اتفقوا علی ان المرأة لا تصلح ان تکون اماماً لان الامام یحتاج الی الخروج لاقامة امر الجهاد والقیام بأمر المسلمین ..... والمرأة لا تصلح للبروز (شرح السنة للبغوی ص ۷۷ ج ۱۰۔ باب کراهیة تولیة النساء)

امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت حکومت کی سربراہ نہیں بن سکتی کیونکہ امام کو جہاد کے معاملات انجام دینے اور مسلمانوں کے معاملات نمٹانے کے لئے باہر نکلنے کی ضرورت پڑتی ہے اور عورت پوشیدہ (پردہ میں) رہنی چاہئے مجمع عام میں اس کا جانا جائز نہیں۔

امام غزالی فرماتے ہیں:۔

حکمرانی کی چوتھی شرط مذکر ہونا ہے لہذا کسی عورت کی امامت منعقد نہیں ہو گی۔ اگرچہ وہ تمام اوصاف کمال سے متصف ہو اور اس میں استقلال کی صفات پائی جاتی ہوں۔

علامہ ماوردیؒ جو اسلامی سیاست کے ماہرین میں شمار کئے جاتے ہیں اور ان کی مشہور کتاب "الاحکام السلطانیہ" اسلامی سیاست کا اہم ترین ماخذ سمجھی جاتی ہے اس میں انہوں نے عورت کی سربراہی تو کجا عورت کو وزارت کی ذمہ داری سونپنا بھی ناجائز قرار دیا ہے۔ انہوں نے وزارت تفویض اور وزارت تنفیذ ہر طرح کی ذمہ داری عورت پر ڈالنا ناجائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

فصل واما وزارة التنفیذ فحکمها اضعف وشروطها اقل الخ ولا یجوز ان تقوم بذلک امرأة وان کان خبرها مقبولا لما تضمنه معنی الولایات المصروفة عن النساء لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "ما افلح قوم اسندوا امرهم الی امرأة"۔ ولان فیها

من طلب الرأی و ثبات العزم ما تضعف عن النساء ومن الظهور عن مباشرۃ الامور علیہن محظور (صہ ۲۷ و ۲۸)

جہاں تک وزارتِ تنفیذ کا تعلق ہے وہ نسبتاً کمزور ہے اور اس کے شرائط بھی کم ہیں لیکن یہ جائز نہیں کہ کوئی عورت اس کی ذمہ دار بنے اگرچہ عورت کی خبر مقبول ہے کیونکہ یہ وزارت ایسی ولایتوں پر مشتمل ہے جن کو شریعت نے عورتوں سے الگ رکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لن یفلح قوم ولوا امرہم امرأۃ۔ یعنی جو قوم اپنے معاملات کسی عورت کے سپرد کرے وہ فلاح نہ پائے گی۔ علاوہ ازیں اس وزارت کے لئے رائے کی جو اصابت اور اولوالعزمی درکار ہے وہ صنف نازک میں بہت ضعیف درجہ کی ہوتی ہے نیز اس وزارت کے فرائض انجام دینے کے لئے ایسے انداز سے لوگوں کے سامنے ظاہر ہونا پڑتا ہے جو عورتوں کے لئے شرعاً ممنوع ہے۔

بہر حال عورت کے لئے کسی مملکت کی سربراہی کے عدم جواز کا مسئلہ متفق علیہ اور اجماعی مسئلہ ہے۔ علامہ ابن حزمؒ نے اجماعی مسائل پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اس میں وہ تحریر فرماتے ہیں :-

واتفقوا ان الامامۃ لا تجوز لامرأۃ

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حکومت کی سربراہی کسی عورت کے لئے جائز نہیں۔

(مراتب الاجماع لابن تیمیہ صہ ۱۲۶)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے علامہ ابن حزم کی مذکورہ کتاب پر تنقید لکھی ہے یعنی جن مسائل کو علامہ ابن حزم نے اجماعی قرار دیا ہے ان میں سے بعض بعض مسائل میں ابن تیمیہؒ نے اختلاف کیا ہے۔ لیکن عورت کی سربراہی کے مسئلہ میں انہوں نے علامہ ابن حزم پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ (نقد مراتب الاجماع لابن تیمیہ صہ ۱۲۶)

امام ابوحنیفہ و ابن جریر طبری کا موقف

کتب احناف مثلاً درمختار، فتح القدیر وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جن امور میں عورتوں کی شہادت جائز ہے ان امور میں عورت کو قاضی بنانا بھی جائز ہے۔ کیونکہ عورت شہادت کی اہل ہے اور جب شہادت کی

اہل ہے اور جب شہادت کی اہلیت رکھتی ہے تو اسے قضاء کا عہدہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ یعنی اگر کسی جگہ لوگوں نے عورت کو قاضی بنا دیا۔ یا وہ خود اپنی طاقت کے زور سے قاضی بن بیٹھی اور کسی معاملہ میں حدود شرع کی رعایت کرتے ہوئے فیصلہ کیا تو وہ فیصلہ قابل تسلیم ہوگا۔ البتہ اس کا فیصلہ حدود و قصاص میں معتبر نہ ہوگا۔ مگر اس کے بعد متصلاً یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ عورت کو قاضی بنانا مکروہ ہے یعنی یہ فعل بہرحال گناہ کا ہے۔ درمختار میں ہے :۔

والمرأة تقضی فی غیر حد وقود وان اثم المولی لها لخبر البخاری لن یفلح قوم الخ

یعنی عورت کو قاضی بنانا فعل حرام کے قریب قریب ہے۔

اسی طرح مشہور مفسر حافظ ابن جریر طبری کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ وہ عورت کے قاضی بنانے کے جواز کے قائل ہیں اور جب عورت کو قاضی بنایا جا سکتا ہے تو اسے مملکت کی سربراہی بھی سونپی جا سکتی ہے۔ ان کی تصانیف میں تتبع و تلاش کے باوجود ہمیں ان کی یہ رائے نہیں مل سکی۔ جب تک ان کی کسی کتاب کا اقتباس ہمارے سامنے نہ ہو ان کے مؤقف کے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔ بالفرض ہم تسلیم بھی کر لیں کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کی طرح عورت کو قاضی بنانے کے جواز کے قائل ہیں تو اس بات کو مطلقاً عورت کی سربراہی کے جواز کے عنوان سے نقل کرنا بھی درست نہ ہوگا۔

عورت کو قصاص، حدود، تعزیرات اور نکاح کے معاملات کے سوا دوسرے امور میں قاضی بنانے جانے کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسئلہ میں عورت کو ثالث بنایا جائے یا جزوی طور پر کوئی مقدمہ اس کے سپرد کیا جائے اور وہ شریعت کے اصول و ضابطے کے مطابق صحیح فیصلہ کرے تو وہ فیصلہ صحیح اور معتبر ہوگا۔ چنانچہ ہمارے اس خیال کی تائید قاضی ابوبکر ابن العربی کی تحریر سے ہوتی ہے وہ بخاری شریف کی حدیث لن یفلح قوم الخ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :۔

"یہ حدیث اس بات پر نص ہے کہ عورت خلیفہ نہیں ہو سکتی اور اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ امام محمد بن جریر طبری سے منقول ہے کہ ان کے نزدیک عورت کا قاضی ہونا جائز ہے۔ لیکن ان کی طرف اس مسلک کی نسبت صحیح نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مذہب ایسا ہی ہوگا۔ جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ عورت ان معاملات میں فیصلہ کر سکتی ہے جس میں وہ شہادت دینے کی اہلیت رکھتی ہے۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عورت علی الاطلاق قاضی بن جائے اور یہ کہا جائے کہ
فلاں عورت کو قصاص اور نکاح کے معاملات کے علاوہ قاضی بنایا جا رہا ہے
بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو کسی مسئلہ میں ثالث بنا لیا جائے یا کوئی ایک
مقدمہ جزوی طور پر اس کے سپرد کر دیا جائے۔ وانما ذلك كسبيل
التحكيم او الاستنابة فى القضية الواحدة"۔

احکام القرآن لابن العربی ص۱۴۴۵ ج۳

بہرحال ان دونوں بزرگوں سے عورت کے لئے مقدمات کا فیصلہ کرنے کا جو جواز منقول ہے وہ باقاعدہ قاضی بنانے سے متعلق نہیں بلکہ جزوی حیثیت سے ثالث کے طور پر کوئی انفرادی قضیہ نمٹانے سے متعلق ہے پس فقہا کا تھوڑا سا اختلاف عورت کے قاضی بننے نہ بننے کے بارے میں ضرور ہے لیکن حکومت کا سربراہ بننے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ چنانچہ امام الحرمین علامہ جوینیؒ فرماتے ہیں:۔

" سربراہی کے لئے مذکر ہونے کی شرط میں کوئی شک نہیں ہے جن علماء نے ایسے امور میں عورت کے قاضی بننے کو جائز کہا ہے جن میں عورت گواہ بن سکتی ہے وہ بھی سربراہی کے لئے عورت کی تقرری ناممکن قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ قضاء کے بارے میں گو یہ ممکن ہے کہ اس کے حدود و اختیارات کو معاملات کے ساتھ خاص کر دیا جائے مگر حکومت کی سربراہی کو شریعت کے نظام کے مطابق کچھ محدود معاملات کے ساتھ خاص کرنا ممکن نہیں۔

حضرت تھانویؒ کے فتوٰی کی حیثیت

عورت کی سربراہی کے جواز میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا ایک فتوٰی پیش کیا جاتا ہے جو امداد الفتاوٰی میں مذکور ہے۔ حضرت نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ جمہوری حکومت میں سربراہ ایک رکن مشورہ کی حیثیت رکھتا ہے اسے اختیار کلی سلطان وقت کی طرح نہیں ہوتا۔ ہم ذیل میں بعینہٖ وہ فتوٰی بمعہ سوال کے درج کر رہے ہیں۔

سوال ۱۰۳۔ بخاری میں حدیث ہے لن يفلح قوم ولوا أمرهم امرأة اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا والی اور حاکم ہونا موجب عدم فلاح ہے۔ تو کیا جن ریاستوں پر عورتیں حکمراں ہیں وہ بھی

اس میں داخل ہیں؟

الجواب:۔ حکومت کی تین قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ تام بھی ہو عام بھی ہو، تام سے مراد یہ کہ حاکم بالانفراد خود مختار ہو یعنی اس کی حکومت شخصی ہو اور اس کے حکم میں کسی حاکم اعلیٰ کی منظوری کی ضرورت نہ ہو۔ گو اس کا حاکم ہونا اس پر موقوف ہو، اور عام یہ کہ اس کی محکوم کوئی محدود و قلیل جماعت نہ ہو۔ دوسری قسم وہ جو تام تو ہو مگر عام نہ ہو۔ تیسری قسم وہ جو عام ہو مگر تام نہ ہو۔

مثال اول کی۔ کسی عورت کی سلطنت یا ریاست بطرز مذکور شخصی ہو۔ مثال ثانی کی۔ کوئی عورت کسی مختصر جماعت کی منتظم بلا شرکت ہو۔ مثال ثالث کی کسی عورت کی سلطنت جمہوری ہو کہ اس میں والی صوری درحقیقت والی نہیں بلکہ ایک رکن مشورہ ہے۔ اور والی حقیقی مجموعہ مشیروں کا ہے۔ حدیث کے الفاظ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد حدیث میں پہلی قسم ہے۔ چنانچہ سبب ورود اس حدیث کا کہ اہل فارس نے دختر کسریٰ کو بادشاہ بنایا تھا اور لفظ " ولوا " میں تولیت کے اطلاق سے متبادر اس کا کمال مفہوم ہونا پھر اس کی اسناد قوم کی طرف ہونا یہ سب اس کا قرینہ ہے کیونکہ یہ طریقہ تولیت کاملہ کا سلطان ہی بنانے کے ساتھ خاص ہے۔ کہ قوم کے اہل حل وعقد باہم متفق ہو کر کسی کو سلطان بنا دیتے ہیں اور سلطان کا کسی کو حکومت دینا یہ بھی بواسطہ سلطان کے قوم ہی کی طرف مسند ہو گا۔ بخلاف قسم ثانی کے کہ وہاں گو تولیت کامل ہوتی ہے مگر وہ مستفاد قوم سے حقیقۃً یا حکماً نہیں ہوتی اور بخلاف ثالث کے کہ وہاں گو اسناد اس کی قوم کی طرف صحیح ہے۔ مگر تولیت کامل نہیں ہے۔ بلکہ وہ مشورۂ محضہ ہے گو اس مشورہ کو دوسرے منفرد مشوروں پر ترجیح ہو۔ لیکن اس میں ولایت کاملہ کی شان نہیں ہے اور نہ تمام ارکان کے مخالف ہونے کی صورت میں بھی اسی کو سب پر ترجیح ہوتی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ یہ قرینہ تو خود الفاظ حدیث سے ماخوذ ہے۔ اب دوسرے دلائل شرعیہ میں جو نظر کی جاتی ہے تو اس تفصیل کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت بلقیس کی سلطنت کا قصہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اس میں آیت ہے ما کنت قاطعة امراً حتی تشهدون جس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سلطنت کا طرز عمل خواہ ضابطہ سے خواہ بلقیس کی عادت مستمرہ سے سلطنت جمہوری کا سا تھا اور بعد ان کے ایمان لے آنے کے کسی دلیل سے ثابت نہیں کہ ان سے انتزاع سلطنت کیا گیا ہو۔ پس ظاہر حکایت سلطنت اور عدم حکایت انتزاع سے اس سلطنت کا بحالہا باقی رہنا ہے۔ اور تاریخ صراحۃً اس کی مؤید ہے اور قاعدہ اصولیہ ہے کہ اذا قص اللہ ورسولہ

علینا امراً من غیر نکیر علیہ فھو حجۃ لنا۔ پس قرآن سے ظاہراً ثابت ہوگیا کہ سلطنت جمہوری عورت کی ہو سکتی ہے جو قسم ثالث ہے حکومت کے اقسام ثلثہ مذکورہ میں سے اور راز اس میں یہ ہے کہ حقیقت اس حکومت کی محض مشورہ ہے۔ اور عورت اہل ہے مشورہ کی۔

چنانچہ واقعہ حدیبیہ میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہؓ کے مشورہ پر عمل فرمایا۔ اور انجام اس کا محمود ہوا۔ اور اگر سلطنت شخصی بھی ہو مگر ملکہ التزاماً اپنی انفرادی رائے سے کام نہ کرتی ہو وہ بھی اس حدیث میں داخل نہیں۔ کیونکہ علت عدم فلاح کی نقصان عمل ہے اور جب مشورہ رجال سے اس کا انجبار ہوگیا تو علت مرتفع ہوگئی تو معلول یعنی عدم فلاح بھی منفی ہوگیا۔ جیسے نقصان شہادت نساء انضمام شہادت رجال سے منجبر ہو جاتا ہے۔ سلطنت بلقیس میں یہ شق بھی محتمل ہے جس کی طرف ادہر اس عبارت میں اشارہ بھی کیا گیا ہے۔ کہ خواہ بلقیس کی عادت مستمرہ ۱ھ

اور حدیث شیخین میں ہے :-

فالامام الذی علی الناس راع الیٰ قولہ علیہ السلام والمرأۃ راعیۃ علی بیت زوجھا وولدہ وھی مسئولۃ عنھم

لفظ راعیۃ مثل لفظ راع جو اس سے قبل ہے مستعمل ہے معنی حاکم میں اس حدیث سے قسم ثانی کا عورت کے لئے مشروع ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حضرات فقہائے نے امامت کبریٰ میں ذکورۃ کو شرط صحت اور قضا میں گو شرط صحت نہیں مگر شرط صون عن الاثم فرمایا ہے۔ اور نظارت و وصیت و شہادت میں کسی درجہ میں اس کو شرط نہیں کہا۔ ہکذا فی الدر المختار باب الامامۃ وکتاب القاضی الی القاضی ۔ فقہاء کے اس حکم مذکور قسم اول وثانی کے احکام کی تصریح ہے اور قسم ثالث مقیس ہے قسم ثانی پر لاشتراکھما فی کونھما غیر جامعین لوصف التام والعموم جب دلائل بالا سے ثابت ہوگیا کہ حدیث میں مذکور قسم اول ہے تو معلوم ہوگیا کہ ایسی ریاستیں جو آج کل زیر فرمان عورتوں کے ہیں اس حدیث میں داخل نہیں اس لئے کہ اگر اس کے محکومین کو مختصر قرار دیا جائے تب وہ قسم ثانی ہے۔ اور اگر اس جماعت کو مختصر نہ قرار دیا جائے جیسا ظاہر بھی ہے تب بھی وہ درحقیقت جمہوری ہیں یا تو ظاہراً بھی جہاں پارلیمنٹ کا وجود شاہد ہے اور یا صرف باطناً جہاں پارلیمنٹ تو نہیں ہے لیکن اکثر احکام میں کسی حاکم بالا جو صاحب سلطنت یا نائب سلطنت ہو منظوری لینا پڑتی ہے پس اس طور سے وہ قسم ثالث ہیں اور اب یہ بھی شبہ نہ رہا

کہ ظاہر یہ رئیسات مثل قاضی کے ہیں اور قاضی عورت کا حکم حدود و قصاص میں نافذ نہیں ہوتا ۔ کما صرح بہ الفقہاء
تو ایسے احکام کے نفاذ کی ان ریاسات میں کوئی صورت صحت کی نہ ہوگی ۔ وجہ رفع شبہ کی ظاہر ہے کہ
وہ ریاست اولاً تو جمہوری ہے اور علی السبیل التنزل یوں کہا جائے گا کہ چونکہ قضاۃ تو ذکور ہیں اس لئے
وہ احکام نافذ ہو جائیں گے جیسا کہ فقہاء نے قضاۃ منصوبین من السلطان غیر المسلم کے جمیع احکام کو صحیح و
نافذ فرمایا ہے بالجملہ تحقیق مذکور ثابت ہو گیا ہے کہ یہ ریاستیں عدم فلاح کے حکم سے بری ہیں ۔ واللہ اعلم

اس فتوے کا ماحصل یہ ہے کہ ایسی شخصی حکومت جس میں اقتدار اعلیٰ صرف امیر المسلمین یا بادشاہ
وقت کو ہوتا ہے اور اسے کلی اختیارات ہوتے ہیں ۔ ایسی حکومت کی سربراہ عورت کو بنانا عدم فلاح کا
موجب ہے ۔ اور جمہوری حکومت جس میں پارلیمنٹ کے مشوروں کے بعد احکام کا نفاذ ہوتا ہے سربراہ
کی حیثیت اس حکومت میں ایک رکن مشورہ کی ہوتی ہے ۔ اس لئے وہ والی حقیقی نہیں ہوتا ۔ والی حقیقی تو
پارلیمنٹ کے ممبروں کا مجموعہ ہوتا ہے اور رکن مشورہ بننا عورت کے لئے جائز ہے ۔ کیونکہ حکومت جمہوری کی
حقیقت محض مشورہ ہے اور عورت مشورہ کی اہل ہے ۔ البتہ امامت کبریٰ یعنی حکومت کی سربراہی میں
مرد ہونا شرط ہے ۔ اور قاضی بنانے میں صون عن الاثم یعنی گناہ سے بچنا شرط ہے ۔ مرد ہونا شرط نہیں ہے ۔

کچھ لوگ حضرت تھانویؒ کے اس فتوے کو عورت کی سربراہی کے جواز میں پیش کرتے ہیں ۔ اور جمہوری
حکومت کے سربراہ کو پارلیمانی مشیروں کے تابع سمجھتے ہیں حالاں کہ یہ صحیح نہیں ۔ موجودہ جمہوری نظام حکومت
کی سربراہی کو حضرت تھانویؒ کے مذکورہ فتوے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے ۔ حضرت تھانویؒ
کا فتویٰ انگریزی دور میں لکھا گیا ہے ۔ اور انگریزی دور کی رئیسات کے بارے میں لکھا گیا تھا ۔ آج
کی آزاد جمہوری حکومتوں کی صورت حال انگریزی دور سے بہت مختلف فیہ ہے ۔ جمہوری نظام حکومت
میں خواہ پارلیمنٹری نظام ہو یا صدارتی طاقت کا مرکز وزیر اعظم اور صدر مملکت دونوں ہی ہوتے
ہیں کہیں صدر کا پلہ بھاری ہوتا ہے اور کہیں وزیر اعظم کا ۔ اس لئے جمہوری حکومتوں کے یہ دونوں
عہدے حضرت تھانویؒ کے فتوے کی رو سے قسم اول (یعنی حکومت تام بھی اور عام بھی) میں داخل
ہیں لہٰذا حضرت تھانویؒ کا فتویٰ مجوزین کے لئے مفید مقصد نہیں ہو سکتا ۔ غرض تاریخ اسلام میں
کبھی کسی فقیہ یا عالم نے عورت کی حکمرانی کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا

استدلال بلقیس کے واقعہ سے | کچھ لوگ عورت کی سربراہی پر جواز کے لئے ملکہ سبا یعنی بلقیس

کی حکمرانی کا واقعہ پیش کرتے ہیں یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط لکھنے پر جب وہ مطیع اور فرمانبردار ہوکر آگئی اور اسلام قبول کر لیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی بادشاہت کو برقرار رکھا جیسا کہ بعض کتابوں میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ حالاں کہ قرآن پاک کے الفاظ پر نظر ڈالنے سے معاملہ برعکس معلوم ہوتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کی حکومت تسلیم نہیں کی۔ بلکہ اس کے نام جو خط لکھا اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ان لا تعلوا علی واتونی مسلمین۔

یعنی تم میرے مقابلہ میں سر نہ اٹھاؤ اور میرے پاس میری مطیع اور فرماں بردار بن کر آجاؤ

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی حکومت کو نہ صرف یہ کہ تسلیم نہیں فرمایا بلکہ اسے اپنا ماتحت بن کر آنے کا حکم دیا۔ نیز اس کا بھیجا ہوا تحفہ قبول نہیں فرمایا۔ اس کا تخت بھی اٹھوا کر منگوا لیا۔ اس کی ہیئت بھی بدل ڈالی۔ اور بلقیس جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے محل میں آئی تو اس نے کہا:۔

"پروردگار! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العلمین کے آگے جھک گئی۔" (سورہ نمل ۴۴)

قرآن پاک کے بیان سے کہیں دور تک بھی بلقیس کی سربراہی اور اس کی حکومت برقرار رکھنے کا شائبہ تک نظر نہیں آتا۔ بلکہ قرآن پڑھنے سے یہی تاثر پیدا ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے اسلام کے بعد اس کی حکومت کو جائز نہیں رکھا نہ اسے تسلیم فرمایا بلکہ اس کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔

بعض اسرائیلی روایات میں منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے نکاح کر کے اسے یمن بھیج دیا تھا اور بعض روایات میں ہے کہ نکاح کرنے کے بعد شام بھیج دیا تھا۔ بعض میں ہے کہ نکاح کے بعد بلقیس کو اپنے پاس رکھا۔ بعض میں ہے کہ بلقیس کا نکاح ہمدان کے بادشاہ سے کر دیا۔ غرض اس سلسلہ میں تاریخی روایات بہت متضاد ملتی ہیں۔ علامہ قرطبی نے ان تمام اسرائیلی روایات کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی صحیح روایت موجود نہیں ہے نہ اس بارے میں کہ حضرت سلیمان نے بلقیس سے نکاح کیا نہ اس بارے میں کہ کسی اور سے نکاح کرایا۔ (تفسیر قرطبی ص ۲۱۰، ۲۱۱ ج ۱۳)

بہر حال بلقیس کی سربراہی اور حکومت کا پتہ جن روایات سے معلوم ہوتا ہے وہ تمام کی تمام غیر صحیح اور

غیر مستند ہیں۔ اور آپس میں متضاد ہیں۔ اس طرح کی روایات سے عورت کی سربراہی پر استدلال کسی طرح درست نہ ہوگا۔ حضرت تھانویؒ نے تفسیر بیان القرآن میں لکھا ہے:۔

"ہماری شریعت میں عورت کو بادشاہ بنانے کی ممانعت ہے پس بلقیس کے قصہ سے کوئی شبہ نہ کرے اول تو یہ فعل مشرکین کا تھا۔ دوسرے اگر شریعت سلمانیہ نے اس کی تقریر بھی کی ہو تو شرح محمدی میں اس کے خلاف ہوتے ہوئے وہ حجت نہیں"

(بیان القرآن ص ۵۰ ج ۸ سورہ نمل)

جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کی شرکت سے استدلال

بعض حضرات نے عورت کی سربراہی پر جنگ جمل کے واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس جنگ میں قیادت کی تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نہ تو حضرت عائشہؓ نے کبھی قیادت کا دعویٰ کیا نہ ان کے ساتھیوں نے آپ کو جنگ میں قائد و سربراہ بنایا نہ ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت عائشہؓ کا مقصد نہ کوئی سیاست و حکومت تھی نہ ہی وہ جنگ کرنے کے ارادہ سے نکلی تھیں بلکہ روایات سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ محض حضرت عثمانؓ کے قصاص کے جائز مطالبے کی تقویت اور اس سلسلہ میں مسلمانوں کے درمیان مصالحت کرانے کے مقصد سے گئی تھیں۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:۔

جب حضرت عائشہ بصرہ جا رہی تھیں تو راستہ میں ایک جگہ قیام کیا وہاں کتے بھونکنے لگے۔ حضرت عائشہؓ نے لوگوں سے پوچھا یہ کون سا مقام ہے۔ لوگوں نے بتایا "حوأب" نامی چشمہ ہے۔ حوأب کا نام سنتے ہی حضرت عائشہؓ چونک اٹھیں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ہم ازواج مطہرات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ تم میں سے ایک کا اس وقت کیا حال ہوگا جب اس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے۔ (مسند احمد ص ۵۲ ج ۱)

حضرت عائشہؓ نے حوأب کا نام سن کر آگے جانے سے انکار کر دیا اور اپنے ساتھیوں سے اصرار کیا کہ مجھے مدینہ واپس لوٹا دو۔ لیکن بعض حضرات نے آپ کو چلنے کے لئے اصرار کیا اور کہا کہ آپ کی وجہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح ہو جائے گی۔ بہرحال حضرت عائشہؓ نے دوبارہ سفر شروع کیا۔ اور بصرہ پہنچیں اور جو مقدر میں تھا وہ پیش آیا۔ (البدایہ والنہایہ ص ۲۳۱ ج ۷)

باوجود یہ کہ حضرت عائشہ کا سفر مسلمانوں کے درمیان مصالحت کے خالص دینی مقصد کے لئے تھا

مگر صحابہ کرام اور دوسری امہات المومنین کو حضرت عائشہؓ کا خواتین کے اسلامی دائرے سے باہر نکلنا پسند نہ آیا، چنانچہ حضرت ام سلمہؓ نے حضرت عائشہؓ کو خط لکھا اور اس میں انہیں گھر سے نکلنے پر تنبیہ فرمائی اور گھر رہنے کی نصیحت فرمائی۔ اسی طرح کا نصیحت آمیز خط حضرت زید بن صوحانؓ نے بھی لکھا، چنانچہ اس سفر کرنے پر حضرت عائشہؓ کو بعد میں بڑی ندامت و شرمندگی رہی۔

حافظ عبدالبرؒ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے فرمایا۔ آپ نے مجھے اس میں جانے سے کیوں نہیں روکا؟ اگر آپ مجھے روک دیتے تو میں گھر سے باہر نہیں نکلتی۔ بہرحال وہ نادم ہوئیں اور اپنے اس نکلنے پر توبہ بھی کی۔ بعد میں ان کا یہ حال ہوگیا تھا کہ قرآن پاک کی تلاوت کے وقت جب آیت وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ پر پہنچتیں تو اس قدر روتیں کہ ان کی اوڑھنی آنسو سے تر ہوجاتی۔ ان حالات میں حضرت عائشہؓ کی سربراہی کے اوپر استدلال کرنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے اس کا تو تصور بھی ان کے حاشیہ خیال میں نہیں آیا تھا۔

بہرحال کسی اسلامی ملک کی سربراہی کے لئے عورت کا تقرر ہرگز جائز نہیں ہے۔ تمام ائمہ کا یہ متفقہ فیصلہ ہے اور یہ اجماعی مسئلہ بن چکا ہے۔ کامل العقل اور اہلیت تامہ رکھنے والے مرد کے موجود ہوتے ہوئے عورت کو ملک کی وزارت یا صدارت کے لئے منتخب کرنا اسلام اور مسلمانوں کے لئے نہ صرف ننگ و عار کا باعث ہے بلکہ تاریخ اسلام میں ایک بدنما داغ ہے۔ اور مملکت کے یقینی ناکام ہونے کی علامت ہے حدیث شریف میں ہے۔ اخروهن من حيث اخرهن الله۔ یعنی عورتوں کو پیچھے کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے رتبہ کو مردوں کے مقابلہ میں (سلطنت ولایت وغیرہ) پیچھے رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق کی اتباع کرنے کی توفیق بخشے اور اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

> حضرت مولانا عاشق الہٰی صاحب دامت برکاتہم کے استفسار پر حضرت مولانا ارشد مدنی استاد حدیث دارالعلوم دیوبند نے جو جواب تحریر فرمایا ذیل میں اسے بھی بطور تتمہ کے مزید توضیح کی غرض سے درج کردیا گیا ہے۔

باسمہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خدا کرے مزاج گرامی بخیر ہوں۔ جناب کا والا نامہ باعث سرفرازی ہوا

نزلہ و زکام
جوشینا سے آرام
جوشینا
صدیوں کی آزمودہ اور چنیدہ نباتات کے نہایت موثر، کافی و شافی
اجزا حاصل کرنا کمالِ فن ہے، دواسازی کی عظمت ہے۔ ہمدرد میں ماہرینِ فن
اس عظمت اور خدمت میں ہمہ دم اور ہمہ جہت مصروف ہیں۔
ہمدرد کی فنّی محنت اور دوا سازی
کی صلاحیت کا ایک مظہر ہے
جوشینا
نزلہ و زکام ۔ جوشینا سے آرام
کھانسی اور سینے کی جکڑن کا موثر علاج
ہمدرد
آوازِ اخلاق
خدمتِ خلق رُوحِ اخلاق ہے
ADARTS
JOS-1 88
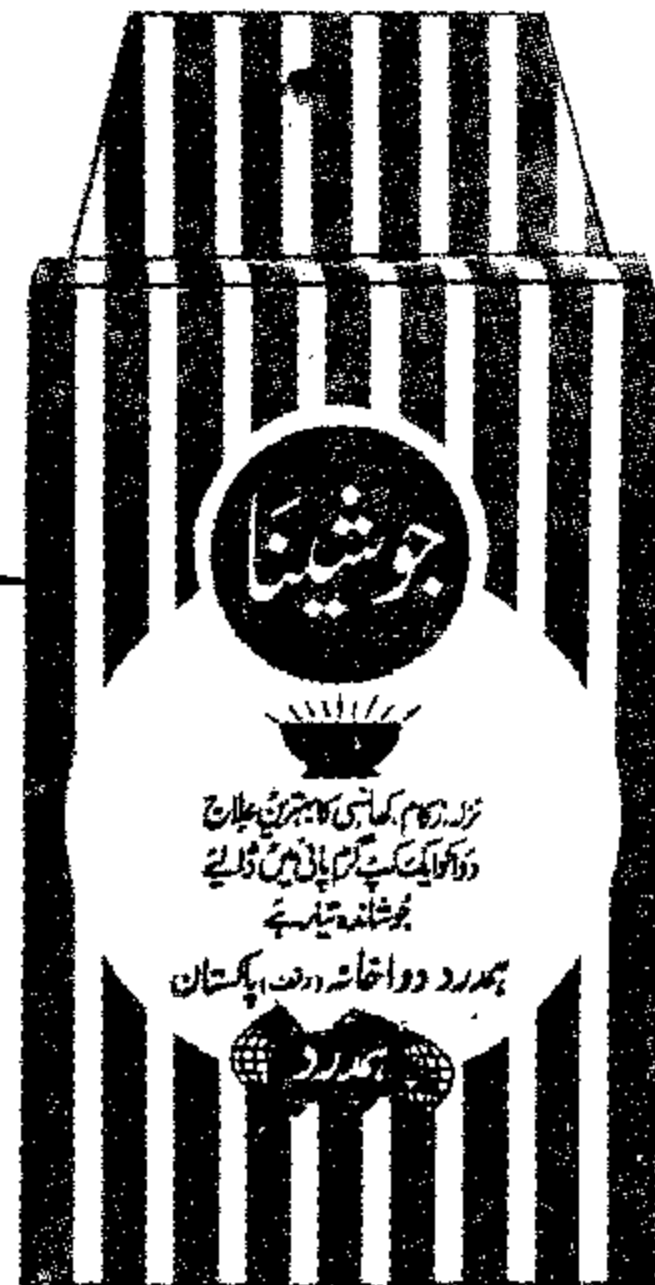
مولانا عبد اللہ سعید حنزالی ۔فاضل دارالعلوم حقانیہ
مہتمم دارالعلوم تعلیم القرآن باڑہ مارکیٹ پشاور

پاکستان کے شمالی علاقہ جات، آغا خانی عزائم

اور

ہماری غفلت

ترقی کے بعد مسلمانوں کی تنزلی پر ایک نظر

تاریخ اسلام میں، ایک ایسا دور بھی گذرا ہے جب سارے عالم دنیا پر اسلامی جھنڈا لہرا رہا تھا۔ مگر مسلمانوں کی عیش پرستی، نفس پروری، خواہشات کی اتباع، غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے بہت سے ایسے لوگ مسلمان بن کر اسلامی حکومت میں آ گھسے جن کی وجہ سے اسلام کو نقصان پہنچا اور اسلامی مملکت پارہ پارہ ہو کر رہ گئی۔ ان روح فرسا اور جانکاہ واقعات میں جہاں خارجی، ناصبی، معتزلہ اور کرامیہ وغیرہ فرقِ باطلہ کا نام لیا جاتا ہے۔ اسماعیلی فرقہ کا نام بھی موٹے حروف سے لکھا جاتا ہے۔ یہ فرقہ نہ صرف یہ کہ مصر میں کئی سو سال تک حکومت کر چکا ہے بلکہ اسلامی اتحاد کے قطع وبرید میں اس فرقہ کا سب سے بڑا ہاتھ ہے۔

اسماعیلیوں میں اختلاف کا آغاز اور حسن بن صباح کی کارستانی

مصر کے اسماعیلی خلیفہ مستنصر باللہ کی ہلاکت کے بعد اس کا چھوٹا بیٹا "مستعلی" تختِ خلافت پر متمکن ہوا اور اس کے بڑے بھائی نزار نے بھی خلافت کا دعویٰ کیا۔ جس کی پاداش میں وہ مصر سے نکالا گیا۔ مشہور اسماعیلی داعی حسن بن صباح نزار کا طرف دار تھا۔ اس نے "الموتہ" ایران میں نزاری خلافت شروع کی۔ اپنی سازشی ذہنیت اور اختراعی مہارت سے اس نے دہشت گردی کے ایسے طریقے ایجاد کئے کہ سارا عالم دنیا مبہوت وحیران رہ گیا اس نے "الموتہ" کی خوبصورت پہاڑیوں کو دنیوی جنت میں تبدیل کر دیا۔ اور بھنگ وچرس (جو انہی کا دریافت کردہ ہے) کے ذریعے تاریخ میں پہلی سادہ لوح لوگوں کے "برین واشنگ" کے ذریعے سیاسی دہشت گردی پھیلا دی اور حشیش کے عادی دہشت گردوں کے ہاتھوں اس زمانے کے بڑے بڑے کمانڈروں

سیاسی لیڈروں اور پیشوایانِ اسلام کو تہ تیغ کرایا۔ اسلامی عباسی خلافت کے خاتمے کے لئے اپنی تمامتر توانائی ختم کر دی۔ اور آخر کار اس کے آخری جانشین اور "الموتہ" کے آخری شیخ الجبال "رکن الدین خورشاہ" منگولوں سے ساز باز کر کے عظیم اسلامی خلافت کا خاتمہ کر دیا اور بغداد کے بازاروں، گلی کوچوں میں مسلمانوں کے خون کا سیلاب بہانے کا جشن منایا۔ مگر منگولی و نزاری دوستی دیرپا ثابت نہیں ہوئی۔ انہی منگولوں کے ہاتھوں "الموتہ" کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اور رکن الدین خورشاہ کو گرفتار کر کے کاشغر پہنچا دیا اور یوں صدیوں تک اسماعیلی نزاری تاریخ کے صفحات سے غائب رہے۔

آغا خان کی انگریز ایجنٹی انیسویں صدی میں آغا خان اول ایران میں انگریزوں کے ایجنٹ کے طور پر نمودار ہوئے۔ انگریز ایجنٹی کا جرم ثابت ہونے پر ایران سے نکال دئے گئے۔ بعد ازاں وہ انگریزوں سے مل کر افغانستان پر حملہ آور ہوئے اور مطالبہ کیا کہ افغانستان کی حکومت ان کے حوالے کی جائے مگر انگریزوں کو بہادر افغانیوں کے ہاتھوں منہ کی کھانی پڑی۔ پھر جب انگریز نے بلوچستان پر حملہ کیا تو آغا خان نے انگریزوں کی بڑی مدد کی اور بلوچیوں کے ہاتھوں اس کے بہت سے آدمی مارے گئے اور بہت سے آدمیوں کو جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا جس کا ذکر "تاریخ اسماعیلیہ" میں موجود ہے۔

پاکستان کے شمالی علاقہ جات میں آغا خان کی خصوصی دلچسپی سندھ کے مخصوص حالات کے پیش نظر آغا خانی اسٹیٹ کے لئے سندھ کی سرزمین پر آغا خان سوئم کی نظر پڑی اس لئے سندھ پر انگریزوں کے حملے میں آغا خان نے ان کا ساتھ دیا۔ لیکن سندھ کی زمین بھی اس کے حوالے نہیں کی۔ تاہم ان خدمات کے صلہ میں "سر" اور "ہز ہائی نس" کے انگریزی القابات سے اسے نوازا گیا۔ اپنی تمام تر جدوجہد کے باوجود آغا خان سوئم بھی اسماعیلی سٹیٹ کے قیام کی آرزو دل ہی دل میں لئے دنیا سے رخصت ہو گئے مگر آغا خان چہارم "پرنس کریم" زیادہ ہوشیار ثابت ہوئے۔ وہ ان تمام کوششوں سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی مربوط کوشش کی جو آغا خانی سٹیٹ کے قیام میں مدد دینے کے لئے انگریزوں نے کی تھی۔ جس طرح کہ میں اپنی کئی تحریروں سے ثابت کر چکا ہوں۔ کہ انگریزوں نے آغا خان کے ماننے والوں کی خصوصی مردم شماری کرائی۔ اور اس غرض کے لئے اپنے آدمی بدخشاں، واخان، چترال اور گلگت بھیجے۔ پھر ان تمام آغا خانیوں کو منظم کرنے کی کوشش کی گئی اور ہائی کورٹ کے حکم کے ذریعے آغا خان کو ان کا امام و پیشوا قرار دیا گیا اور آغا خان کی رہائش گاہ کو مقام حج قرار دیتے ہوئے آغا خانی امت کو وہاں حج کے لئے جانے کا ثبوت تاریخی و

قانونی شواہد سے فراہم کیا۔ چنانچہ اسماعیلی تاریخ میں ہے۔

"اسماعیلی روئے زمین پر ہر چہار سو پھیلے ہوئے تھے۔ لیکن ان میں باہمی رشتہ داری پیدا کرنے کی کوشش گذشتہ صدی کے وسطی عہد میں کی گئی۔ ۱۸۷۵ء میں ہز ایکسیلنسی لارڈ میو وائسرائے ہند نے سر ڈگلسن فارسائتھ کی سرکردگی میں یارقند کو ایک وفد روانہ کیا گیا جس کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ ترکستان اور افغانستان کے باشندوں کی ایک کثیر تعداد آغا خان کو اپنا روحانی پیشوا مانتی ہے۔" (تاریخ اسماعیلیہ ص۵)

شاید اسی رپورٹ کو مدنظر رکھ کر امریکہ نے پرنس صدر الدین آغا خان کو افغانستان کی دوبارہ آباد کاری کمیٹی کا سربراہ مقرر کیا ہے تاکہ مطلوبہ نتائج حاصل کر سکے۔

دوسری جگہ تحریر ہے:۔

"۱۸۵۸ء کے قریب مسقط کی جماعت میں اسماعیلی امام کی مذہبی حیثیت کے متعلق اختلاف پیدا ہوا۔ جو لوگ جماعت سے علیحدہ ہو گئے تھے انہوں نے صرف اختلاف پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ آغا خان کے اختیارات کے بارے میں بمبئی ہائیکورٹ میں مقدمہ دائر کیا۔ ہائیکورٹ کے فیصلہ کی رو سے آغا خان ہمیشہ کے لئے اسماعیلی لوگوں کا روحانی پیشوا قرار دیا گیا۔ اور ان کے اختیارات قبول کر لئے گئے۔" (تاریخ اسماعیلیہ ص۵۵)

آغا خان کی شخصیت سے سر چارلس اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنی ڈائری میں لکھا ہے:۔

"آغا خان بہت با اثر شخصیت کے مالک ہیں وہ اپنے آدمیوں کی مدد سے ہمارے لئے کراچی سے رسل و رسائل مہیا کر سکتے ہیں اور وہ اسماعیلیوں کے موروثی پیشوا ہیں اور ان کی جماعت اسماعیلی کے لوگ ایشیا میں ہر جگہ پائے جاتے ہیں اور وہ اس خطرناک راستہ کے لئے جہاں ہمارے بہت سے آدمی بلوچیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے کارآمد و مفید ثابت ہوں گے۔

جب آغا خان اپنی مختصر فوج کے ساتھ قران (بلوچستان) میں قیام پذیر تھے تو بلوچیوں کے حملہ کی وجہ سے نقد ۲۴ لاکھ اور جواہرات کثیر کا نقصان ہوا۔ چنانچہ چارلس نے آغا خان کی ان بیش بہا خدمات اور قربانیوں کا ذکر گورنر جنرل سے کیا اور اس کے متعلق ایک رپورٹ لندن روانہ کی گئی جس سے آغا خان کو ہز ہائی نس کا موروثی خطاب عطا کیا گیا۔" (تاریخ اسماعیلیہ ص ۴۹، ۵۰)

"جب انگریزی رپورٹ کے ذریعے آغا خان کو شمالی علاقہ جات چترال، واخان، بدخشاں میں آغا خانی اکثریت کا علم ہوا تو اس نے اپنی تمام تر توجہات ان پسماندہ علاقوں کی طرف مرکوز

کردیں۔ اور بڑے منظم اور مربوط انداز میں اس کے لئے منصوبہ بندی کرتے رہے اور اس مقصد کے لئے انہوں نے ماہر ترین غیر ملکی افراد کی خدمات بھی حاصل کیں۔ جن کا ذکر انشاء اللہ آگے چل کر کیا جائے گا۔ پاکستان کے اہم ترین شہر کراچی کی تجارت اور دیگر اہم شعبوں میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے اور ان پر قبضہ جمانے کے لئے آغا خان نے سر توڑ کوشش کی۔ تاکہ یہاں سے شمالی علاقہ جات کا بآسانی کنٹرول کیا جا سکے چنانچہ ایک منصوبے کے تحت آغا خانیوں کو مختلف افریقی ممالک سے کراچی اور سندھ کے ساحلی علاقوں میں لا کر آباد کیا گیا اور سقوط ڈھاکہ سے چند ماہ پہلے وہاں کے آغا خانیوں کو کراچی منتقل کیا گیا۔"

ایک رپورٹ کے مطابق صرف کراچی شہر میں ۸۰،۰۰۰ ہزار آغا خانی گھرانے رہتے ہیں۔ اندرونی سندھ اسماعیلیوں کی آبادی ۲۵ ہزار بتائی جاتی ہے۔ کراچی اور اندرون سندھ کے آغا خانی انتہائی متمول اور منظم ہیں۔ مختلف مقامات پر اپنی کئی بستیاں قائم کرنے کے علاوہ بے شمار تنظیمیں بھی مختلف ناموں سے قائم کر رکھی ہیں۔ رپورٹ کے مطابق کراچی کے کھارا در۔ لی مارکیٹ۔ رنچھوڑ لائن۔ گارڈن ایسٹ اور گارڈن ویسٹ میں ان کی ۲۲ کوآپریٹو سوسائٹیاں موجود ہیں۔ جو اپنے مختلف ناموں سے مصروف کار ہیں۔ جن میں فدائی ہاؤسنگ۔ پرنس علی خان پلاٹیم ہاؤسنگ سوسائٹی۔ الیلا سوسائٹی۔ الہلال سوسائٹی نور ولی سوسائٹی اور جوبلی سوسائٹی وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح نارتھ ناظم آباد میں نزاری ہاؤسنگ سوسائٹی حسن آباد۔ زہرہ آباد۔ کریم آباد۔ رحیم آباد۔ علی آباد۔ سلیم آباد۔ نورا پارٹمنٹس اور دیگر بے شمار سوسائٹیاں کام کر رہی ہیں۔

پنجاب کے مختلف علاقوں خصوصاً گجرات۔ لاہور اور ملتان میں بھی آغا خانیوں کی آبادی ہے یہ لوگ بھی کافی متمول اور منظم ہیں۔ مگر آبادی کے تناسب سے سندھ اور پنجاب میں آغا خان کے مطلوبہ مقاصد کا حاصل ہونا مشکل بلکہ ناممکن سا ہے۔ اس لئے آغا خان اور تمام آغا خانی کارندوں کی توجہ شمالی علاقہ جات پر مرکوز ہے۔

شمالی علاقہ جات کی جغرافیائی اہمیت

یہ علاقے جغرافیائی لحاظ سے نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ اس کی سرحدات روس افغانستان، چین اور بھارت سے براہ راست لگی ہوئی ہیں۔ شاہراہ ریشم اسی علاقے سے گزر کر پاکستان اور چین کی لازوال دوستی کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ بین الاقوامی شہرت

کے حامل سیاچین گلیشئر بھی اسی خطے میں واقع ہے۔ گلگت، یاسین۔ گوپس۔ غزر اور اشکومن کے علاقے شندور کے ذریعے چترال کے بالائی حصے سے ملتے ہیں جو براہ راست واخان سے ملا ہوا ہے۔ واخان کی پوری آبادی آغا خانیوں کی ہے۔ بدخشاں کے بالائی حصہ میں آغا خانیوں کی اکثریت ہے۔ جو گرم چشمہ چترال کو واخان سے ملاتا ہے۔ بالائی چترال اور گرم چشمہ میں آغا خانی اکثریت میں ہیں۔ اس لئے واخان چترال اور گلگت کا مثلث خطہ ہی آغا خانی عزائم کی تکمیل کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آغا خان کی نظریں ان علاقوں پر جمی ہوئی ہیں۔ خدانخواستہ اگر آغا خان چہارم کو اس مذموم کوشش میں کامیابی ہوئی تو وہ ان علاقوں کے لئے حقیقی طور پر ایک دیوتا بن جائے گا اور عالم اسلام کے لئے خصوصاً اور عالمی امن کے لئے بھی ایک بڑے ناسور کی شکل اختیار کرنے گا۔

کریم آغا خان اپنے مخصوص مقصد کے لئے چترال کے بالائی علاقوں اور شمالی علاقہ جات کے لوگوں پر مختلف طریقوں سے نفسیاتی قبضہ حاصل کر چکا ہے۔ معاشی زنجیروں میں جکڑنے کے لئے مختلف آغا خانی تنظیمیں اس علاقے میں برسرکار ہیں۔ میں نے ۷۷ء کے اوائل میں پورا ایک ماہ گلگت کے مختلف علاقوں میں رہ کر پورے حالات کا بغور جائزہ لیا۔ جس میں، میں نے یہ محسوس کیا کہ ان علاقوں میں آغا خانی ریاست عملاً قائم ہو چکی ہے۔ اور علاقے پر پوری طرح آغا خانیت کی بالادستی ہے۔ ہر چھوٹے بڑے گاؤں میں آغا خانی سکول قائم ہیں۔ جن میں لڑکے لڑکیاں مخلوط تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ علاج معالجہ کے لئے چھوٹے بڑے ہسپتال قائم ہیں۔ جن میں ایک بہت بڑا جدید ترین قسم کا ہسپتال بھی شامل ہے۔ جماعت خانوں کو دفاتر کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے جن میں یومیہ صبح آٹھ بجے آغا خانی پرچم لہرایا جاتا ہے اور ۴ بجے اتارا جاتا ہے تقریباً تمام تر فوجی و دیوانی مقدمات کا فیصلہ اسماعیلی تنظیموں کے سرکردہ افراد کرتے ہیں۔ جو اس مقصد کے لئے مخصوص اوقات میں جماعت خانوں میں بیٹھتے ہیں اور متعلقہ مقام پر جا کر مقدمات کی سماعت کرتے ہیں۔ سرکاری سکول، ڈسپنسریاں موجود ہیں مگر برائے نام۔ جن میں لڑکوں کی تعداد برائے نام ہے اور علاج معالجہ کے لئے لوگوں کی مراجعت بھی مفقود ہے۔ تحصیلدار وغیرہ تحصیل و دیگر یونٹوں میں موجود ہیں مگر آغا خانی تنظیموں کے سامنے بے بس اور مجبور۔ سڑکوں۔ نہروں اور ریلوں کا جال بچھایا گیا ہے۔ جن پر آغا خان فاؤنڈیشن کے بڑے سائز کے بورڈ لگائے گئے ہیں۔ سرکاری سڑکوں کے ہر فرلانگ دو فرلانگ پر آغا خانی شعار پانچ انگلیوں والا نشان کے ساتھ آغا خان رول سپورٹ پروگرام کے بورڈ نصب کئے گئے ہیں۔

زرعی مشینیں گاؤں گاؤں پہنچائی گئی ہیں ۔ زراعت کے لئے جدید قسم کے بیج وغیرہ کا انتظام آغا خان فاؤنڈیشن کرتا ہے ۔ ہر گاؤں کو موسم کے مطابق مخصوص مقدار میں کھاد پہنچاتا ہے ۔ پودوں اور پھل دار درختوں کے نئے اقسام کے لئے خصوصی اقدامات کئے ہیں ۔ اس مقصد کے لئے ایک خاص یونٹ کام کر رہا ہے اور ایک فعال و متحرک عملہ درختوں کی تعلیم اور سپرے وغیرہ میں مصروف رہتا ہے ۔ اور ان تمام امور کی نگرانی "اسماعیلیہ ایسوسی ایشن" کے نام سے ایک بڑی تنظیم کرتی ہے ۔ جس کے چیئرمین کو پریذیڈنٹ اور منتظم اعلیٰ کو سیکرٹری کہتے ہیں ۔ تمام عہدے داروں کا انتخاب ووٹ کے ذریعہ کیا جاتا ہے ۔ یا پاکستان اسماعیلیہ ایسوسی ایشن کی طرف سے ان کی نامزدگی ہوتی ہے ۔ اس بڑی تنظیم کے تحت ہر تحصیل اور دیہات کی سطح پر لوکل تنظیمیں کام کرتی ہیں جو اپنی کارروائی رپورٹ باقاعدہ طور پر اوپر والی تنظیم کو دینے کی پابند ہیں ۔ پھر ضلعی تنظیم اپنی ماہوار رپورٹ پاکستان اسماعیلیہ ایسوسی ایشن کو دیتی ہے جس کا صدر دفتر کراچی میں ہے اس طرح پورے پاکستان سے آنے والی رپورٹوں کا خلاصہ فرانس میں قائم آغا خان کے صدر دفتر کو پہنچایا جاتا ہے ۔ ان رپورٹوں کی روشنی میں وہاں باقاعدہ پالیسی بنائی جاتی ہے ۔ اور ماتحت تنظیموں کے لئے ہدایات جاری کی جاتی ہیں ۔

میں نے یہ تمام تفصیلات رسائل کے ذریعے حکام بالا تک پہنچانے کی کوشش کی ہے مگر "چھوٹا منہ اور بڑی بات" سمجھ کر سنی ان سنی کر دی ۔ گذشتہ سال آغا خان نے شمالی علاقہ جات اور چترال کا تفصیلی دورہ کیا واپسی پر مرحوم صدر ضیاء الحق سے مطالبہ کیا کہ شمالی علاقہ جات کو صوبہ کی حیثیت دی جائے ۔ جس کی تفصیل آگے آرہی ہے ۔

آغا خانی عزائم کی تکمیل کے لئے منصوبہ بندی جب کسی علاقہ پر فوجی قبضے یا سیاسی غلبے کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے تو پہلا قدم یہ ہوتا ہے کہ اس کے لئے اندرونی ڈھانچہ تیار کیا جائے اور اس غرض کے لئے مختلف اداروں پر قبضہ کیا جاتا ہے ۔ آغا خانیوں نے بھی اس غرض کے لئے ضروری اندرونی ڈھانچہ تیار کر لیا ہے اور بہت سے اداروں کو اپنے تسلط میں لے لیا ہے ۔ جن کی مختصر نشاندہی مذکورہ بالا رپورٹ میں کی جاچکی ہے ۔ اس غرض کے لئے

۱۔ سڑکیں بنائی گئی ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے ۔ تعمیر شدہ سڑکوں کی توسیع و مرمت جاری ہے ۔ ان سڑکوں کو باہم ملانے کے لئے پُل بنائے گئے ہیں اور بنائے جارہے ہیں ۔

۳۔ علاقے پر کنٹرول کرنے کے لئے سروے کیا جا رہا ہے۔ اور علاقے کو مختلف زونوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۴۔ متعلقہ افسران و ماہرین کو سامان تعیش بہم پہنچانے کے لئے فائیو سٹار ہوٹل بنائے گئے ہیں۔

۵۔ آمد و رفت کے لئے بیشمار گاڑیاں مہیا کر دی ہیں جو شب و روز حرکت میں رہتی ہیں۔

۶۔ ہیلی پیڈ تعمیر کئے جا رہے ہیں۔

۷۔ پینے کا پانی فراہم کرنے کے لئے وافر انتظامات کئے گئے ہیں۔

۸۔ علاج معالجہ کے لئے ہسپتال، ڈسپنسریاں اور مفت دواؤں کا انتظام کیا گیا ہے۔

۹۔ آب و ہوا کے لحاظ سے چترال اور شمالی علاقہ جات بحمد اللہ نہایت ہی اعلیٰ و بہتر ہے۔ جہاں چھوت والی بیماریوں کا نام و نشان نہیں۔ مگر آغاخانی ڈاکٹر نہ ایک سازش کے تحت لوگوں کو نفسیاتی بیماری میں مبتلا کرنے کے لئے ان علاقوں کا مسلسل دورے کر رہے ہیں۔ اور لوگوں میں بعض ناقابل علاج بیماریوں کے عام ہونے کا ڈھنڈورہ پیٹتے ہیں تاکہ اس طرح لوگوں کو متاثر کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے صحت کے نام پر کئی فاضل یونٹ لگائے جا رہے ہیں۔

۱۰۔ اسماعیلی تعلیمات کو عام کرنے یا کم از کم مسلمانوں کو ذہنی طور پر متاثر کرنے کے لئے پبلک سکولوں کا جال بچھایا جا رہا ہے تاکہ نوخیز ذہنوں میں مخصوص عزائم کا بیج ڈال کر مطلوبہ مقاصد حاصل کئے جائیں۔

۱۱۔ ڈاک کے نظام پر کنٹرول کرنے کی کوشش جاری ہے اور اس مقصد کے لئے سفارش، رشوت وغیرہ طریقوں سے بے شمار آغاخانیوں کو محکمہ ڈاک میں بھرتی کیا جا رہا ہے۔

۱۲۔ سول انتظامیہ اور پولیس میں بکثرت آغاخانی بھرتی کئے جا رہے ہیں۔

۱۳۔ آغاخان دیہی ترقیاتی پروگرام کو روز بروز ترقی دی جا رہی ہے۔ اور بیرون ملک مثلاً برطانیہ۔ امریکہ۔ کینیڈا اور ہالینڈ کے علاوہ بعض غیر ملکی نجی ادارے بھی اس پروگرام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔

۱۴۔ مسلح افواج اور چترال سکاؤٹ میں زیادہ سے زیادہ آغاخانیوں کو بھرتی کرنے کا پروگرام بنایا گیا ہے۔

۱۵۔ آغاخان فاؤنڈیشن کی نوعیت کا کوئی بھی ادارہ دنیا کے کسی دوسرے ملک یا خطے میں موجود نہیں۔ اس کا صدر دفتر سوئیٹزرلینڈ کے دارالحکومت جنیوا میں ہے۔ اور شمالی علاقہ جات کے مذکورہ بالا پروگرام کو پاکستان کے لئے خصوصیت کے ساتھ بنایا گیا ہے۔ اس پروگرام کی ایجاد، تیاری اور عملی مراحل تک پہنچانے کے لئے ایک غیر ملکی شخص رابرٹ ڈی۔ آر کی نے انجام دیا ہے جو اس پروگرام کا ڈائرکٹر جنرل ہے۔

اور جنرل منیجر کے فرائض مسٹر "گیلیوم ڈی اسپولبرغ" ادا کر رہا ہے۔ اور فاؤنڈیشن کے صدر دفتر میں شب و روز یہودیوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔

(آغاخان فاؤنڈیشن کے دفتر وغیرہ کے متعلق رپورٹ ہفت روزہ تکبیر کے گذشتہ سال کے شمارے میں چھپ چکی ہے۔

اگر مندرجہ بالا حقائق پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو اس کے نتیجے تک پہنچنا چنداں مشکل نہ ہوگا کہ آغاخان اپنے غیر ملکی آقاؤں کی شہ پر اپنی دیرینہ خواہش "اسماعیلی سٹیٹ" کا خواب شرمندہ تعبیر کرنا چاہتا ہے چترال۔ گلگت اور واخان، آغاخان کے نقطہ نظر سے زرخیز ترین خطہ ہے۔ جس میں وہ اپنا مطلوبہ مقاصد حل کر سکتا ہے۔ اور اس مقصد کے لئے وہ مندرجہ بالا طریقہائے کار و وسائل بھی مہیا کر چکا ہے۔

واخان کی مخصوص صورت حال آغاخان ہی کے اشارے پر روس بغیر کسی مزاحمت کے واخان پر قبضہ کر چکا ہے۔ اور وہاں کی آغاخانی آبادی کی رضامندی سے وہاں پر ایئرپورٹ اور میزائلوں کے اڈے تعمیر کرنے کے علاوہ چترال کی طرف زمینی سڑک بھی نکالنے کی کوشش کی جا چکی ہے۔ آغاخان اپنے اسی مقصد کے لئے چیکوسلواکیہ اور کئی دیگر اشتراکی ملکوں کا دورہ بھی کر چکا ہے۔ جہاں وہ روسی حکام کے ساتھ ایک معاہدہ طے کیا ہے اور اس معاہدے کی روشنی میں وہ بتدریج اپنے مقصد کی طرف گامزن ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اس معاہدے میں انڈیا بھی شریک ہے۔ اسی مقصد کی خاطر اس نے سیاچین گلیشیر پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ تاکہ اس کے ذریعے شاہراہ ریشم پر کنٹرول حاصل کر کے پاکستان اور چین کے درمیان زمینی راستہ منقطع کیا جا سکے۔ اللہ کے فضل و کرم سے اسے اس مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس سے قبل آغاخان گلگت کو آزاد تجارتی علاقہ قرار دینے کا بھی مطالبہ کر چکا ہے۔ اور ۸۲ء میں چترال میں آغاخانی ریشہ دوانیوں کے نتیجے میں ہونے والے فسادات کے دوران آغاخانیوں کا یہ مطالبہ کھل کر سامنے آیا کہ چترال میں سنّی اور اسماعیلی آبادیوں کا تبادلہ کیا جائے۔ جہاں اسماعیلیوں کی اکثریت ہے وہاں سے سنیوں کو نکالا جائے۔ اور جہاں سنیوں کی اکثریت ہے وہاں سے اسماعیلیوں کو اسماعیلی اکثریتی علاقوں میں منتقل کیا جائے۔ مگر اس ناجائز مطالبہ کے پس منظر کو جانتے ہوئے مسلمانوں نے اسے رد کر دیا۔

شمالی علاقہ جات کو صوبہ بنانے کی تجویز جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ گذشتہ سال گلگت اور چترال کے تفصیلی دورہ کرنے کے بعد مرحوم صدر ضیاء الحق کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ گلگت اور چترال

کو ملا کر علیحدہ صوبہ بنایا جائے۔ یہ مطالبہ آغا صاحب نے اس وقت کیا جب اس نے اپنی آنکھوں سے ان علاقوں میں مطلوبہ مقاصد پورے ہوتے ہوئے دیکھا۔ اور اسے یقین تھا کہ اب اصل عزائم میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے جس طرح پاکستانی ان غیر ملکی ایجنٹوں کے سامنے ہمیشہ بے بس ہوتے ہیں۔ ضیا الحق صاحب نے پہلے خاموشی اختیار کی بعد میں آغا صاحب کے اصرار پر انہوں نے وسائل کی کمی کا بہانہ بنایا۔ مگر آغا خان نے جملہ وسائل اپنی طرف سے فراہم کرنے کا وعدہ کر کے اس آخری بہانہ کو بھی ختم کر دیا۔ تاہم آزاد کشمیر کے ایک مقتدر سیاستدان کی مساعی سے یہ ناپاک منصوبہ شرمندۂ تکمیل نہ ہو سکا۔ خدانخواستہ اگر اس وقت یہ اعلان کیا جاتا اور شمالی علاقہ جات صوبے کی شکل اختیار کرتے تو وہاں آغا خانی اکثریت کی بنیاد پر آغا خانی ہی برسر اقتدار آتے۔ پھر اس کے لئے اپنے اصل ہدف تک پہنچنا مشکل نہ ہوتا۔

مارشل لاء اور عوامی دور کا موازنہ اب مارشل لا ختم ہو چکا ہے۔ عوامی دور کا آغاز ہو گیا ہے مگر آغا خان کے بارے میں موجودہ حکومت کا رویہ سابقہ حکومت سے کچھ مختلف نہیں۔ آغا خان کی پاکستان آمد سے بہت پہلے شمالی علاقہ جات کے مسئلے کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔ مختلف قسم کے مطالبات اور بیانات کو اخباروں کی شہ سرخیوں کی زینت بنایا گیا۔ اس بارے میں ایک کمیٹی کے قیام کا بھی اعلان کیا گیا۔ جو شمالی علاقہ جات کی آئینی حیثیت کے تعین کے بارے میں اپنی سفارش پیش کرے اور پھر ان علاقوں کی آئینی حیثیت کے تعین کے جلد اعلان کرنے کا وعدہ بھی کیا گیا۔ یہ سارا عمل اس تسلسل اور موثر انداز سے کیا گیا کہ عوام نے سمجھا کہ فی الوقت یہی مسئلہ ملک کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ مگر درحقیقت یہ سارا ڈرامہ صرف اور صرف آغا خان کی خوشنودی و چاپلوسی کرنے کے لئے رچایا گیا۔

واخان کے بارے میں کابل حکومت کا بیان اسی دوران کابل حکومت کا ایک بیان بھی اخبارات میں شائع ہوا جس کے مطابق واخان کی زمین آغا خانی فرقہ کو الاٹ کر دی گئی ہے جس میں دیگر فرقوں کے لوگ مکان بنانے، لکڑی کاٹنے اور مویشی چرانے کے حق سے محروم کر دئے گئے ہیں۔ اسی دوران بھارت میں متعین روسی سفیر کا تردیدی بیان شائع ہوا جس میں انہوں نے روس اور آغا خان کے کسی معاہدے کی تردید کی تھی۔ آخر اس تردیدی بیان کی ضرورت کیوں آئی؟ اور اس مخصوص وقت میں یہ بیان کیوں جاری کیا گیا؟ اس کے لئے ہر صاحب ہوش بہ آسانی سمجھ سکتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے۔

پاکستان میں آغا خان کی آمد سے کچھ دن پہلے کابل حکام کا بیان۔ روسی سفیر کی وضاحت اور شمالی

علاقہ جات کے بارے میں آغا خانیوں کے مطالبات کا زور پکڑنا اور پاکستانی حکام کا ان کے سامنے جھکنا یہ سب کچھ حسن اتفاق نہیں بلکہ ایک گہری سازش اور سوچے سمجھے منصوبے کے نتائج ہیں۔ جن سے پاکستانی حکومت نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ جو کسی طور بھی ملکی بقا و سالمیت کے لئے نیک شگون نہیں۔

آغا خان کے استقبالی پروگراموں میں غلو کرنا (یہ مضمون ۵ ماہ پہلے لکھا گیا تھا جب کہ آغا خان پاکستان کے دورہ پر تھا) ان دنوں آغا خان پاکستان کے دورے پر ہے۔ اسلامی سلطنت کے سربراہ صدر پاکستان غلام اسحاق خان نے بہ نفس نفیس ایئرپورٹ جا کر ان کا استقبال کیا اور ۱۹ توپوں کی سلامی پیش کی گئی۔ سارا پاکستانی عملہ ان کی حفاظت اور شاہانہ اکرام و اعزاز پر مامور و مصروف ہے۔ ریڈیو ٹی۔ وی اور اخبارات کے ذریعے آغا خان کو ایک ہیرو کی حیثیت سے پیش کیا گیا۔ اور ساری پاکستانی قوم کو ان کی احسان مندی کی دبے لفظوں میں ترغیب دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اور یہ کوشش جاری ہے کہ آغا خان کو ایک بڑا محسن و منعم مانا جائے۔ جب کہ آغا خانی تصویر کے دوسرے رخ کو سامنے لانے کے لئے اخبارات۔ ٹی وی اور ریڈیو کے پروگراموں پر سنسر عائد کر دی ہے۔ اس بارے میں اشتہار کتابچہ، پمفلٹ، ہینڈبل چھاپنے اور تقسیم کرنے کی ممانعت ہے۔ خلاف ورزی کی صورت میں چھاپہ خانوں کو سنگین نتائج کی دھمکی دی جارہی ہے۔

قوم کیا سوچتی ہے؟ ان حالات کے پیش نظر اب پاکستانی قوم یہ سوچ رہی ہے کہ پاکستانی سرحدات کا کیا بنے گا؟ اور یہ کہ اگر حکمرانوں کی غفلت، ہوس پرستی یا لالچ کی وجہ سے خدانخواستہ شمالی علاقہ جات مستقل صوبے میں تبدیل ہو جائیں تو ان کا مستقبل کیا ہوگا؟ مجوزہ صوبے کی سرحدات براہ راست روس اور بھارت سے ملنے کی وجہ سے اگر مشترکہ سازش کے ذریعے اس صوبے کو مستقل "ریاست" میں تبدیل کیا گیا تو پاکستانی علاقے میں بننے والے دوسرے "اسرائیل" کے قیام کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟ شمالی علاقہ جات کے باسی غیور مسلمانوں کے ایمانوں پر زور کے ذریعے ڈالے جانے والے ڈاکے کا سدباب کس طرح ہو سکتا ہے؟ پاکستانی حکمران اور عوامی نمائندے اس بارے میں خاموش کیوں ہیں؟ کیا سینٹ اور قومی اسمبلی اس بڑے قومی مسئلے پر بحث نہ کر کے قوم کی نظروں سے اپنا وقار کم کر رہے ہیں؟ اور اس قسم کے دیگر کئی سوالات پاکستانی قوم کے ذہنوں میں گردش کر رہے ہیں جن کا جواب دینا پاکستانی

حکومت اور عوامی نمائندوں کا فرض ہے جس کا قوم شدت سے انتظار کر رہی ہے۔"

آغا خانی فوجی فورس کا قیام

آخر میں اہم ترین خبر پر اپنے معروضات کا اختتام کرتا ہوں کہ شمالی علاقہ جات میں "فدائی فورس" کے نام سے ایک آغا خانی فوج کی تنظیم قائم ہو چکی ہے جس میں بھرتی ہونا آغا خانی جوان اپنا مذہبی فریضہ سمجھتا ہے۔ یہ تنظیم بظاہر ایک رضا کارانہ تنظیم ہے۔ مگر درحقیقت اس فورس کو ہر قسم کے جدید اسلحہ اور فوجی سامان سے لیس کیا جا رہا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق چھوڑ کن گلگت کے آغا خانی پیر کو تمام علاقے کی فوجی ذمہ داری سونپی گئی ہے جو چترال اور گلگت کے آغا خانیوں میں اسلحہ تقسیم کر رہا ہے۔

گذشتہ سال کے گلگت کے فرقہ وارانہ فسادات میں پیر موصوف نے ایک فرقہ کو بھاری مقدار میں اسلحہ سپلائی کیا۔ ایک اطلاع کے مطابق اسلحہ سے بھری ہوئی گاڑیاں عین موقع پر بر آمد کی گئیں۔ مگر خاص مقصد کے تحت وہ منظر عام پر نہیں لائی گئیں۔

کہتے ہیں کہ مجوزہ سٹیٹ کی تمام تر منصوبہ بندی کا شمالی علاقہ جات میں ہنزہ کا علاقہ مرکز ہے جہاں سے متعلقہ منصوبہ جات کو عملی شکل دینے کا پروگرام بنایا جا رہا ہے۔

بقیہ:۔ عورت کی سربراہی

فرمانے پر تہ دل سے ممنون ہوں۔ آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ سید احمد علی سعید نام کے کوئی صاحب دارالعلوم دیوبند میں نہ مدرس ہیں اور نہ مفتی ہیں اور نہ ہی دارالعلوم کے کسی اور شعبہ میں ملازم ہیں۔ اس لئے اسلام میں عورت کی سربراہی کے جواز پر موصوف کی طرف سے جو فتوای شائع ہوا ہے اس کا دارالعلوم دیوبند سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس پر کوئی خلجان نہیں ہونا چاہیئے۔

رہی یہ بات کہ علماء دیوبند کے نزدیک عورت کی سربراہی کی کیا حیثیت ہے تو اس بارے میں دارالعلوم دیوبند کے کل مفتیان فتوای دے چکے ہیں جو اساتذہ دارالعلوم کی تصدیق کے ساتھ پاکستان بھیجا جا چکا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسلام میں اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ علماء پاکستان نے جو عدم جواز کا فتوای دیا ہے وہ درست ہے۔ اور مسلک دیوبند کے مطابق ہے ——— یہ دجل و فریب کا زمانہ ہے اللہ جل شانہ گمراہ کرنے والوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین والسلام ارشد مدنی
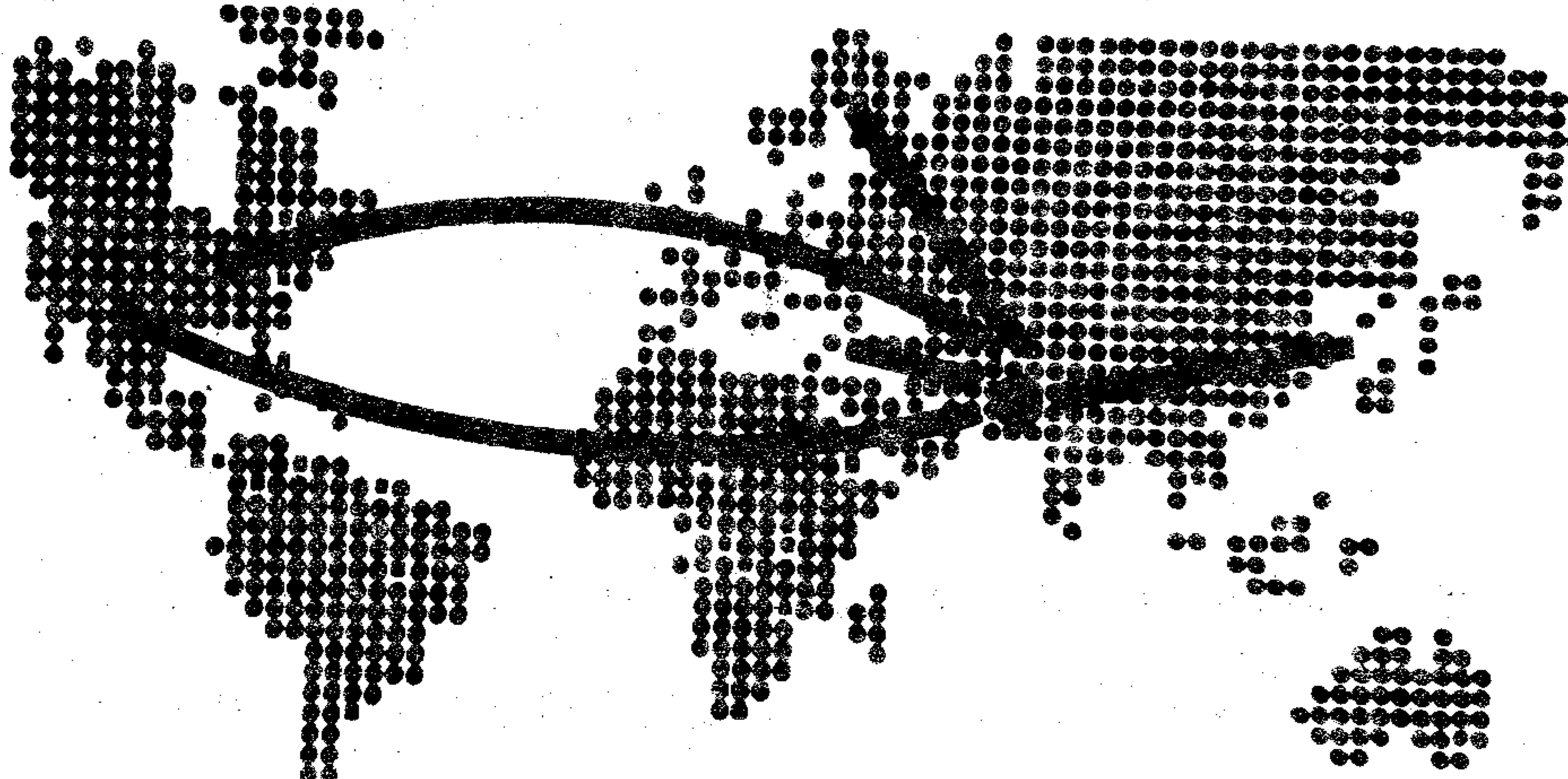
پی۔ این۔ ایس۔ سی براعظموں کو ملاتی ہے۔ عالمی منڈیوں کو آپ کے
قریب لے آتی ہے۔ آپ کے مال کی بروقت، محفوظ اور باکفایت ترسیل
برآمد کنندگان اور درآمد کنندگان، دونوں کے لئے نئے مواقع فراہم کرتی ہے۔

پی۔ این۔ ایس۔ سی قومی پرچم بردار۔ پیشہ ورانہ مہارت کا حامل
جہاز راں ادارہ، ساتوں سمندروں میں رواں دواں

قومی پرچم بردار جہاز راں ادارے کے ذریعہ مال کی ترسیل کیجئے

قومی پرچم بردار جہاز راں ادارہ

PNSC 2 88 PID - Islamabad

PARAGON

جناب شاہ بلیغ الدین

شہیدوں کی ماں!

جنگِ قادسیہ میں حضرت خنساء کا کردار عظیم

وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ

اللہ کی راہ میں اس شان سے جان و مال کا جہاد کرو کہ جہاد کا حق ادا ہو جائے

عُکّاظ ایک بازار تھا نخلہ اور طائف کے درمیان۔ سال کے سال یہاں بڑا بھاری میلہ لگتا تھا۔ بڑی گہما گہمی رہتی اور دور دور سے لوگ کھنچے چلے آتے۔ اس میلے کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس موقع پر عرب کے بڑے بڑے شاعر جمع ہوتے اور اپنا کلام سناتے۔ ہزاروں لوگ اُن کو سننے کے لیے آتے۔ جس کا کلام سب سے زیادہ پسند کیا جاتا وہی اُس سال کے لیے ملک الشعراء ٹھہرتا۔ اُس کے کلام کی ایک نقل کعبۃ اللہ میں لٹکا دی جاتی۔ یہ گویا سند ہوتا اس بات کا کہ یہ اس سال کا بہترین کلام ہے۔

ایک زمانے میں نابغہ ذبیانی شعر کا بڑا پارکھ سمجھا جاتا تھا۔ عُکّاظ میں اُس کا کہا مستند سمجھا جاتا تھا۔ اُس کی زبان سے جس کے لیے تعریف نکل جاتی لوگ اُسے سر آنکھوں پر بٹھاتے۔

اس بازارِ عُکّاظ میں اور شاعروں کے خیموں کے ساتھ ساتھ ایک خیمہ ایک خاتون کا بھی ہوتا۔ اُس کے آگے لکھا ہوتا "شاعروں کی سردار مرثیہ گوئی کی ملکہ!" یہ خنساء بنت عمرو کا خیمہ ہوتا۔ وہ اپنے دور کی مانی ہوئی شاعر تھی اور بے مثال مغنّیہ! نابغہ کا خیال تھا خنساء سے بڑی شاعر عورتوں میں کوئی اور نہیں۔ ایک بار اس نے خنساء سے کہا ـــ اگر میں اعشیٰ کے اشعار نہ سُن لیتا تو آپ کو اس زمانے کے تمام شاعروں سے بڑا سمجھتا۔

حضرت حسّان بن ثابتؓ جو دربارِ نبویؐ کے تین بڑے شاعروں میں سے ایک تھے۔ خنساء کے بلند مرتبے کو ماننے کے لیے مجبور ہو گئے تھے۔

خنساء کے وہ مرثیے جو اُنہوں نے اپنے بھائی کی موت پر لکھے، عربی ادب میں بینظیر سمجھے جاتے ہیں۔ نجد کے قبیلۂ قیس کے خاندانِ سُلیم سے اُن کا تعلق تھا۔ خنساء تخلص تھا اصل نام تماضر تھا۔

حضرت خنساء مسلمان ہو گئی تھیں۔ اپنے قبیلوں والوں کے ساتھ نجد سے مدینہ آئیں۔ جہاں آپ کو حضورِ

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر ایمان لانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ عبداللہ بن رواحہ رضؓ، حسانؓ بن ثابت، کعبؓ بن مالک، کعبؓ بن زہیر کے حضرت خنساؓ کو بھی یہ شرف حاصل ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا کلام سنا اور زبان و بیان کی تعریف فرمائی۔

حضرت خنساؓ کا دل خدا اور رسول کی محبت سے مالا مال تھا۔ خدا نے آپ کو بڑی اہمیت اور بڑا رتبہ دیا تھا۔ جنگِ قادسیہ کی اہمیت یوں تو کئی باتوں کی وجہ سے ہے لیکن اس بہت بڑی لڑائی میں ماں کی حیثیت سے ان کا جو کردار نظروں کے سامنے آیا وہ تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔

چار بیٹے تھے، چاروں اللہ کے سپاہی۔ وہ سب کو ساتھ لے کر قادسیہ کے میدان میں آئی تھیں۔ مقابل میں ملکِ عجم کی عظیم الشان سلطنت تھی۔ رستم خود میدانِ جنگ میں موجود تھا۔ وزیرِ جنگ اور سپہ سالارِ اعلیٰ کی حیثیت سے! اس کی فوج کیا تھی، انسانی سروں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ لوہے اور فولاد کی چٹانیں تھیں جو میدانِ جنگ میں صف آرا تھیں۔ ادھر مسلمان تھے عزم و ہمت کے دھنی! زبان پر قرآن دلوں میں نورِ ایمان لیے بادلوں کی طرح برستے، بجلی کی طرح کڑکتے آئے تھے۔ سب کی تمنا ایک ہی تھی ؎

الٰہی! ہمیں بھی شہادت نصیب یہ افضل سے افضل عبادت نصیب

جنگ کے دوسرے دن قیامت کا معرکہ گرم ہونے کو تھا کہ میدانِ کارزار میں ایک طرف جوش اور جذبے سے بھری ہوئی آواز گونجی۔ یہ حضرت خنساؓ کی آواز تھی۔ ہتھیار سجائے گھوڑوں کی باگ پکڑے چاروں بیٹے خیمے کے آگے ماں کے سامنے کھڑے تھے۔ میدانِ جنگ میں جاتے ہوئے یہ سرفروش ماں کو خدا حافظ کہنے اور ماں کی دعائیں لینے رُکے ہوئے تھے۔ ماں نے ایک نظر میدانِ جنگ پر ڈالی، ایک نظر اپنے لاڈلوں پر:

کل کا دن کس قیامت کا تھا۔ عجمی ہاتھیوں کے پرے نے مسلمانوں کو کچل کر رکھ دیا تھا۔ آج پھر عجمی بڑی تیاری سے آئے تھے۔ طوفانِ بلاخیز کی طرح تند و تیز، پہاڑوں کی طرح مضبوط! ماں نے اپنے بیٹوں سے جو کچھ کہا اس کا مطلب تھا۔

میرے جگر کے ٹکڑو! قسم ہے اس خدائے لایزال کی جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ تمہاری رگوں میں شریف خون ہے۔ تمہارا حسب نسب بے داغ ہے۔ میرا سر فخر سے بلند ہے۔ تمہارا باپ اور تمہارے ماموں اپنی عزت پر جس قدر ناز کریں کم ہے۔ یاد رکھو! جہاد ہماری سب سے بڑی عبادت ہے! یہ دنیا کیا اور اس کی دل چسپیاں کیا! ع

ہم تو جیتے ہیں شہادت کی تمنا کے لیے

جب تم دیکھو کہ میدانِ جنگ گرم ہو گیا ہے تو دشمن کی صفوں پر ٹوٹ پڑو۔ اُن پر ایسے جا گرو کہ اُن کے ہوش

اُڑ جائیں - انشاء اللہ خدا ضرور تمہیں شہادت کی دولت عطا فرمائے گا۔ یاد رکھو تمہارا حسب نسب بے داغ ہے۔

الفاظ کیا تھے، رجز کے بول تھے۔ شوہر کا انتقال ہو چکا ہے۔ بڑھاپے کا سہارا کوئی نہیں۔ عصائے پیری اولاد ہوتی ہے۔ لیکن کیا ایمان ہے اور کیسی شیر ماں ہے کہ اپنے دل کے ٹکڑوں کو، سب بیٹوں کو ملتِ اسلامیہ پر نثار ہونے کے لیے بھیج رہی ہے۔ اُن کی غیرت جگا رہی ہے - یہ ماں کیسی ماں ہے کہ اپنے بیٹوں کے سروں پر سہرا باندھنے کی خواہش نہیں - چاند سی دُلہنیں بیاہ لانے کا شوق نہیں - ہاں اس کی نظر میں شہادت دُلہن ہے اور بیاہ رچانے آج وہ اپنے جگر گوشوں کو خوش خوش روانہ کر رہی ہے۔

گھوڑوں کی باگیں اٹھائے، نعرۂ تکبیر بلند کرتے یہ سرفروش میدانِ جنگ میں پہنچے۔ گھوڑے ہیں کہ ہرن کی طرح چوکڑیاں بھر رہے ہیں - مجاہد سینہ تانے، دست و بازو تولے بے جھجک بے درنگ یوں بڑھ رہے ہیں جیسے برق و بلا - یہ آتش نفس تھے، فولاد شکن! کون ان کے آگے ٹھہر سکتا - ماں نے کہا تھا دشمن کی صفوں پر ٹوٹ پڑو۔ ان پر ایسا جا گرو کہ ہوش اُڑ جائیں! ماں نے کہا تھا تمہارا حسب و نسب بے داغ ہے۔ میدانِ جنگ میں بیٹوں کا کردار بے داغ رہا۔ ایسے ہی فرزندانِ ملت کی کوششیں تھیں۔ کہ قادسیہ کے میدان میں دوسرے دن کا معرکہ مسلمانوں کے حق میں فیصل ہوا۔

رات ہوئی، فوجیں خیموں میں واپس آئیں۔ مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک آدمی بھیجا کہ جائے، دیکھ کر آئے، آج لشکرِ اسلام کا کیا حال ہے؟

آدمی نے گھوم پھر کر سارے لشکر کو دیکھا۔ آج دشمن نے بہادروں کے ہاتھ سے بُری طرح مار کھائی تھی ہر طرف شجاعت کے تذکرے ہو رہے تھے۔ ایک دوسرے کو داد دی جا رہی تھی۔

ایک خیمے کے آگے اندھیرا تھا - چار بہادروں کی لاشیں یہاں دفن کے لیے رکھی ہوئی تھیں خیمے میں ایک بوڑھی خاتون بیٹھی تھیں۔ چہرے پر اطمینان کی جھلک تھی --- یہ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا تھیں اور وہ ان کے شہید جگر گوشے یہ سب کچھ کھو کر اس نیک بخت شیر دل خاتون کی زبان پر کچھ تھا تو یہ کہ --- یہ اللہ کی کیسی مہربانی ہے کہ مجھے شہیدوں کی ماں ہونے کا شرف بخشا۔ اب میں اس کے سایۂ رحمت میں اپنے بچوں سے ملوں گی۔

یہ وہی خنساء تھیں جنہوں نے اپنے بھائی صخر کی موت پر ایسا مرثیہ لکھا تھا کہ پتھر کے کلیجے پانی ہو گئے تھے سوقِ عکاظ کی فضائیں سوگوار ہو گئی تھیں لیکن آج لبوں پر مرثیہ نہیں تھا، شاعر کا نذرانۂ عقیدت سجدۂ شکرانہ تھا! فکر و نظر میں تبدیلی آ گئی تھی! ایسی ہی مائیں تھیں، بہادر اور صاحبِ ایمان مائیں جن کے بہادر اور صاحب ایمان بیٹے صفِ جنگاہ میں بے ساز و یراق آتے رہے اور ایک ایک کر کے دنیا کی عظیم الشان سلطنتوں کے تختے الٹتے رہے --- سلام حضرت خنساءؓ کی ہمت عالی پر! سلام اس کی ماں کے عزم بے باکانہ پر! --- سلام اے شہیدوں کی ماں! تجھ پر ملتِ اسلامیہ کے ہر مجاہد کا سلام! ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی!

سائنس اور اسلام

مولانا شہاب الدین ندوی

۲ قسط

علوم طبیعی کی اہمیت قرآن کی نظر میں

خلاصہ یہ کہ ان تمام آیات و بیّنات سے عقل و دانش کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و دانش سے سرفراز اس لئے کیا ہے تاکہ وہ اسے کام میں لائے۔ اور اسے ہمیشہ مصروف رکھتے ہوئے خلّاق عالم کی ربوبیت (مخلوق پروری) کا حال ہر دور کے تقاضے کے مطابق واضح کرتا رہے اور یہ فریضہ اللہ کے اطاعت گذار بندوں پر عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ ان علوم میں بصیرت حاصل کر کے گمراہ انسانوں کی ہدایت کا باعث بنیں۔ عقل و دانش کا یہ سب سے افضل عمل ہے کہ اسے دین ابدی کی تائید و حمایت کی راہ میں وقف کیا جائے۔

دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والے کون ہیں؟ قرآن اور حدیث میں ایک لفظ "فقہ" بھی استعمال کیا گیا ہے اس کے معنی "سمجھ بوجھ" یا "فہم و ادراک" کے ہیں اور یہ لفظ عقل (اشیاء کی حقیقت کا ادراک) کے تقریباً ہم معنی ہے مگر لفظ عقل زیادہ عام ہے۔ جب کہ لفظ فقہ زیادہ تر "دین کے سمجھ بوجھ" یا اس میں فہم و بصیرت حاصل کرنے کے لئے بولا جاتا ہے اور اصطلاحاً یہ لفظ (فقہ) "اسلامی قانون" کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ اسلامی قانون اور اسلامی احکام سے واقفیت رکھنے والوں کو "فُقہا" (واحد فقیہ) کہا جاتا ہے۔ مگر قرآن اور حدیث میں لفظ فقہ اپنے عام معنی میں (سمجھ بوجھ یا دین کے سمجھ بوجھ) کی حیثیت سے آیا ہے۔ اس طرح اس لفظ سے نکلا ہوا ایک دوسرا لفظ "تفقّہ" بھی قرآن اور حدیث میں استعمال کیا گیا ہے۔ بالکل اسی طرح فطری و تکوینی امور میں فہم و بصیرت حاصل کرنے اور اسرار ربوبیت کا پتہ چلانے کے سلسلے میں بھی بولا گیا ہے۔ جس کی غرض و غایت دین و شریعت ہی کے بازو مضبوط کرنا ہے چنانچہ معنائے اول کے بارے میں ارشاد باری ہے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا — ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ تمام مسلمان (بیک وقت)

کافّۃً ط فلولا نفر من کل فرقۃٍ طائفۃٌ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلّھم یحذرون ہ (توبہ ۱۲۲)	نکل پڑیں تو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ہر فرقے میں سے ایک جماعت (تحصیل علم کے لئے) نکلے تاکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو انہیں (خدا اور آخرت کا) خوف دلائیں تاکہ وہ (عذابِ الٰہی سے) بچ سکیں
و ھو الذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا فی ظلمٰت البرّ والبحر ط قد فصلنا الاٰیٰت لقوم یعلمون ہ وھو الذی انشاکم من نفسٍ واحدۃٍ فمستقرٌّ و مستودعٌ ط قد فصلنا الاٰیٰت لقوم یفقھون ہ (انعام ۹۷، ۹۸)	وہی (تمہارا رب ہے) جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم ان کے ذریعہ خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کر سکو علم والوں کے لئے ہم نے اپنی نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں اور وہی (تمہارا رب) ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔ پھر تمہارے لئے ایک (عارضی) قرارگاہ ہے اور ایک (مستقل) ٹھکانہ (آخرت کی منزل) ہم نے سمجھ بوجھ رکھنے والوں کیلئے اپنے دلائل پوری تفصیل سے بیان کر دیے ہیں

آخری آیت میں دراصل نوعِ انسانی کی ابتدار و انتہا کا بیان ہے جس میں یہ دعوت فکر دی گئی ہے کہ انسان ذرا غور تو کرے کہ اس کی تخلیق ایک واحد ہستی (حضرت آدم علیہ السلام) سے کس طرح ہوئی؟ اور ان سے مختلف قبیلے اور قومیں کس طرح بن گئیں؟ پھر یہ تمام انسانی افراد دنیا کے اس عارضی ٹھکانے میں اپنی اپنی میعاد پوری کر کے ایک نامعلوم منزل کی طرف کس طرح رواں دواں ہیں؟ اگر اس کائنات میں کوئی منصوبہ بندی نہ ہوتی تو پھر زندگی اور موت کی یہ یکسانیت کس طرح ممکن ہوتی؟ انسان باوجود شدید خواہش کے اس دنیا میں حیاتِ جاودانی حاصل کیوں نہیں کر لیتا۔ اگر اسے اپنے خالق و مالک کے پاس لوٹ کر جانا نہ ہو؟ یعنی وہ موت پر قابو کیوں نہیں پالیتا اگر وہ اپنے بے خدائیت کے دعوے میں سچا ہو؟

جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر کہا گیا ہے۔

فلولا ان کنتم غیر مدینین	اگر فی الواقع تمہارا حساب کتاب ہونے والا

ترجعونہا ان کنتم صٰدقین ۔ (واقعہ ۸۶،۸۷)

نہیں ہے تو تم (تمہارے جسموں سے نکلنے والی) روح کو واپس لوٹا کیوں نہیں لیتے اگر تم اپنے دعوائے (الحاد) میں سچے ہو؟

غرض ایک دوسرے موقع پر زندگی کے حقائق و واقعات میں غور و فکر نہ کرنے اور فہم و بصیرت سے کام نہ لینے والوں کی مذمت کرتے ہوئے انہیں غافل لوگ اور بہائم و چوپاؤں کے برابر بلکہ ان سے بھی زیادہ بدتر قرار دیا گیا ہے۔

ولقد ذرأنا لجہنم کثیراً مّن الجن وَالانس لہم قلوبٌ لا یفقہون بہا و لہم اعین لا یبصرون بہاَ ولہم اذانٌ لا یسمعون بہاط اولٰئک کالانعام بل ہم اضلّ ط اولٰئک ہم الغٰفلون (اعراف ۹)

اور ہم نے دوزخ کے لئے بہت سے جن اور انسان پیدا کر رکھے ہیں جن کے دل تو ہیں مگر وہ ان سے سمجھتے نہیں۔ ان کی آنکھیں تو ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں۔ اُن کے کان تو ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گذرے ہیں۔ یہی لوگ غافل ولاپرواہیں۔

اس قسم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں لفظ فقہ اپنے عمومی معنی یعنی سمجھ بوجھ یا فہم و بصیرت کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ امور کائنات یا تکوینی مسائل میں خدائی منشا و مقصد کے تحت سمجھ بوجھ حاصل کرنا بھی دین اور اس کے تقاضوں ہی سے متعلق ہے لہٰذا یہ علم کسی بھی حیثیت سے مذموم نہیں بلکہ محمود ہے بشرطیکہ وہ دینی مقاصد کے تابع ہو۔ کیونکہ یہ علم حقیقتاً دین کا محافظ اور اس کا دست راست ہے۔

علمی اصطلاحات کی تبدیلی اس موقع پر یہ حقیقت بھی واضح رہنی چاہیئے جیسا کہ امام غزالی نے تحریر کیا ہے کہ مابعد کے ادوار میں اسلامی علوم کے لفظی معنی اور ان کے مصداق بالکل بدل کر رہ گئے ہیں۔ یعنی سلف صالحین کے دور میں جو الفاظ بعض مخصوص علوم یا مخصوص حقائق کے لئے بولے جاتے تھے ان کا مصداق بعد کے ادوار میں بدل کر رہ گیا ہے۔ چنانچہ فقہ، علم، توحید، تذکیر اور حکمت کے جو لفظی معنی دورِ اول میں مراد لئے جاتے تھے۔ وہ بعد کے ادوار میں تبدیل کئے جا چکے ہیں۔ اس سلسلے میں امام صاحب تحریر کرتے ہیں کہ اب فقہ کے معنی

فروعی اور دور از کار مسائل سے واقفیت حاصل کرنا۔ ان مسائل کو دقیق ترین علتوں کو دریافت کرنا اور ان مسائل کو رٹ لینا ہی ہے۔ اور جو شخص اس باب میں جتنا زیادہ مشغول ہوگا وہ اتنا ہی بڑا فقیہہ سمجھا جائے گا۔ حالاں کہ دورِ اول میں فقہ کا اطلاق (عموماً) آخرت کی پہچان، نفس کی آفتوں اور اس کی باریکیوں کا ادراک، عمل کو فاسد کرنے والی چیزوں کی معرفت اور خوفِ الٰہی کے حصول وغیرہ امور پر ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:۔

لیتفقھوا فی الدین و	تاکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور جب اپنی
لینذروا قومھم اذا	قوم کی طرف واپس آئیں تو انہیں (خدا اور
رجعوا الیھم (توبہ ۱۲۲)	آخرت سے) ڈرائیں۔

اس اعتبار سے لوگوں کے لئے مجموعی طور پر جو تنبیہ و انتباہ حاصل ہوتا ہے اسی کا نام "فقہ" ہے نہ کہ طلاق، لعان اور اجارہ وغیرہ کے فروعی مسائل حاصل کرنا۔ کیونکہ ان (فروعی مسائل) کے ذریعہ تنبیہ و انتباہ حاصل نہیں ہوتا (جو کہ مطلوب ہے) ارشادِ باری ہے۔

لھم قلوب لا یفقھون بہا (اعراف ۱۷۹) ان کے دل تو ہیں مگر وہ ان سے سمجھتے نہیں۔

اس سے مراد ایمانی کیفیات ہیں نہ کہ فتاوی۔ بلحاظ لغت کی رو سے "فقہ" اور "فہم" ہم معنی الفاظ ہیں چنانچہ ایک مرتبہ سعد بن ابراہیم زہری سے دریافت کیا گیا کہ مدینہ والوں میں سب سے بڑا فقیہہ (سب سے زیادہ سمجھ دار) کون ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا جو اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔ گویا کہ انہوں نے یہ فرمایا کہ فقہ اور تقوای کا اصل ثمرہ اندرونی علم ہے نہ کہ فتاوی اور تعضیہ جات کا علم۔

اسی طرح ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں پورے فقیہہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ضرور بتائیے۔ تو آپ نے فرمایا کہ فقیہہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے۔ انہیں اللہ کی پکڑ سے مطمئن نہ کر دے اور قرآن کے مقصود سے اعراض نہ کرے[1]۔

فقہ کی فضیلت و اہمیت واضح رہے کہ امام غزالی کی اس تحریر کا یہ مقصد نہیں ہے کہ علم فقہ سرے سے "فقہ" ہی نہیں ہے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ فقہ کو شریعت کے صرف فروعی مسائل ہی سے متعلق قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

---

[1] خلاصہ از احیاء العلوم ج ۱ ص ۳۲۔ مطبوعہ بیروت

اگرچہ مجموعی اعتبار سے علم فقہ بھی "فقہ" ہی میں داخل ہے۔ مگر اصطلاحاً اس لفظ کا غلبہ "علم فقہ" کے لئے اس قدر ہو گیا ہے کہ قرآن کا اصل مقصد ہی فوت ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔

بہر حال لفظ فقہ ایک وسیع معنی کا حامل ہے۔ جو دینی و شرعی اور طبیعی و کائناتی دونوں قسم کے امور و مسائل میں صحیح سمجھ اور صحیح فہم و بصیرت حاصل کرنے اور ان دونوں سلسلوں میں موجود حقائق کا پتہ لگانے کی غرض سے بولا گیا ہے۔ چونکہ قرآن مجید میں تکوینی یا نیچرل امور کے تذکرہ کی اصل غرض سے بولا گیا ہے چونکہ قرآن مجید میں تکوینی یا نیچرل امور کے تذکرہ کی اصل غرض و غایت دین برحق کی تصدیق و تائید اور خوف خدا و خوف آخرت کی تحصیل ہے۔ اس لئے ان مسائل و معاملات میں بھی صحیح سمجھ بوجھ (فقہ) سے کام لینا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ دینی مسائل اور فتاویٰ کا علم حاصل کرنا۔

خلاصہ بحث یہ کہ لفظ "فقہ" میں دینی و شرعی علوم کی تخصیص کی کوئی دلیل موجود نہیں بلکہ وہ ان دونوں علوم کے لئے عام ہے اور پھر علم اور فقہ میں چونکہ چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس لئے اس سلسلے میں چند حدیثیں ملاحظہ ہوں جو علم اور فقہ کی فضیلت ظاہر کرنے والی ہیں۔

اسلام میں فقہ کی اتنی اہمیت ہے کہ بعض حدیثوں میں اس کو عبادت پر مقدم کرتے ہوئے اس کی فضیلت اس طرح ظاہر کی گئی ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ففقیہ اشد علی الشیطان من الف عابد	شیطان پر ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے [۱]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من یرد اللہ بہ خیراً یفقہہ فی الدین	اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے [۲]

ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ بہترین لوگ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا

افقہم فی دین اللہ	وہ جو اللہ کے دین میں سب سے زیادہ سمجھ بوجھ رکھنے والے ہوں [۳]

---

[۱] ترمذی، کتاب العلم ۵/۴۸ مطبوعہ بیروت [۲] بخاری کتاب العلم ۱/۲۶، مسلم کتاب الزکوٰۃ ۲/۱۰۰۰، ترمذی کتاب العلم ۵/۲۸ [۳] مسند احمد بن حنبل ۶/۶۸ بیروت

علمائے حق کے بارے میں ارشادِ رسول ہے۔

فضل العالم علی العابد	عالم کی فضیلت ایک عابد پر ایسی ہے جیسے
کفضل القمر علی سائر الکواکب	چاند کی فضیلت ستاروں پر۔ کیونکہ علماء
ان العلماء ورثة الانبیاء	انبیاء کے وارث ہیں[۱]

اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا۔

فضل العالم علی العابد	عالم کی فضیلت عبادت گذار پر ایسی ہی ہے
کفضلی علی ادناکم	جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی معمولی شخص پر[۲]

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

خصلتان لا تجتمعان	کسی منافق میں دو خصلتیں کبھی جمع نہیں ہو
فی منافقٍ حسن سمتٍ	سکتیں۔ ایک حسن اخلاق اور دوسرے
ولا فقهٌ فی الدین	دین کی سمجھ[۳]

یعنی جس شخص میں یہ دونوں خصوصیات پائی جائیں وہ منافق ہے اگرچہ وہ بظاہر عالم نظر آتا ہو۔ اور اس سے مراد عالم سوء یا عالم نما جاہل ہو سکتے ہیں جو دین کی صحیح سمجھ حاصل کئے بغیر ذرا ذرا سی بات پر جھگڑنے لگ جاتے ہوں۔ چنانچہ امام غزالی نے اپنے دور کے بعض "فقہا" پر قیاس کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے "حدیث میں فقہا کے نفاق کے بارے میں جو بات بیان کی گئی ہے اس میں شک نہیں کرنا چاہئے۔ جو ایک حقیقت ہے (دیکھئے احیاء العلوم ۱/۵۔ مطبوعہ بیروت)

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الکلمة الحکمة ضالة المؤمن	حکمت کی بات مومن کی متاع گم شدہ ہے
وحیث وجدها فهو احق بها	لہٰذا وہ جہاں بھی اس کو پائے حاصل کرلے۔[۴]

(جاری ہے)

---

[۱] ابوداؤد کتاب العلم ۴/۵۸۔ ترمذی کتاب العلم ۵/۴۹ [۲] ترمذی کتاب العلم ۵/۵۰ مطبوعہ بیروت
[۳] ایضاً [۴] ایضاً

قارئین بنام مدیر

افکار و تاثرات

* بابری مسجد، اسلامی شعائر کی توہین اور عالم اسلام کے فرائض
* حضرات انبیاء کرامؑ کی توہین کی مذموم مساعی
* الحق کے مضامین اور قارئین کے تاثرات

بابری مسجد، اسلامی شعائر کی توہین اور عالم اسلام کے فرائض

اجودھیہ میں بابری مسجد کی توہین اور اس کے انہدام کی مذموم مساعی اور اس کے ساتھ مندر کے قیام کے ناپاک عزائم اور اس کی تعمیر کے ارتکاب سے ساری مسلم اُمہ کو شدید صدمہ پہنچا ہے۔ تمام عالم اسلام بالخصوص حکومتِ پاکستان کا یہ فرض تھا کہ وہ بھارتی حکومت کے اس مکروہ فعل کا سختی سے نوٹس لیتی۔ اب جبکہ پاکستانی حکمرانوں کے راجیو حکومت سے قریبی اور دوستانہ تعلقات بہت گہرے ہیں تو حکومت کو ملک کے تمام مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرنی چاہیئے تھی کہ اس سے اسلامی شعائر کی توہین اور ملتِ مسلمہ کے جذبات بری طرح مجروح ہوئے ہیں۔ پھر حکومتِ ہند کی جانبداری اور الیکشنی ترجیحات کے پیشِ نظر اُترپردیش ہائیکورٹ کے حکم کو بھی خاطر میں نہیں لایا گیا اور عدالتی حکم کے باوجود عدالت کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے انتہا پسند ہندوؤں نے فوج اور پولیس کی نگرانی میں مسجد سے ملحق مندر کی بنیاد رکھ دی اور یہ ہندوؤں کے ان مذموم عزائم کی خشتِ اوّل ہے جس کے پیشِ نظر وہ مسجد کو شہید کرتے اور اس کی جگہ مندر تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تنازعہ ہندوستان ہی نہیں تمام عالمِ اسلام کے لیے توجہ طلب ہے۔

سولہویں صدی کے مغل حکمران بابر کی تعمیر کردہ مسجد کو منہدم کرنے کے لیے ہندوؤں نے اب تک سینکڑوں بے گناہ مسلمانوں کو شہید کردیا ہے۔ صرف یہ نہیں بلکہ بڑے پیمانے پر مسلمانوں کی املاک نذرِ آتش کی گئیں۔ انتہا پسندوں کا مطمحِ نظر یہ ہے کہ وہ بھارت سے مسلمانوں کے مدارس اور مساجد کے علاوہ ان کے تمام تہذیبی، ثقافتی، تاریخی مقامات کو مٹا دینا چاہتے ہیں، چنانچہ ہندوؤں کا عام نعرہ اور حکومت کی سرپرستی میں متعصب اور انتہا پسند ہندو ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ وہ بھارت کی سرزمین سے مسلمانوں کے تمام مذہبی آثار مٹا کے دم لیں گے۔

حیرت ہے کہ بھارت میں مسلم اقلیت کے ساتھ اس قدر ناروا مظالم اور پھر حکومت کی چیرہ دستیوں پر پاکستان سمیت دنیا بھر کے مسلمان خاموش کیوں ہیں؟ صرف یہ نہیں بلکہ پاکستان کے موجودہ حکمران بھی جانتے ہیں اور عوام الناس سے زیادہ ان اپنے حکومتی ذرائع ان کو بتاتے ہیں کہ مسلم کش فسادات میں فوج اور پولیس بھی ہندوؤں کا ساتھ دیتی ہے مسلمانوں کو گرفتار کر اُن پر ناجائز مقدمات قائم کر دیئے جاتے ہیں۔

اس صورت حال کے پیش نظر میری تجویز یہ ہے کہ بھارت میں مسلمانوں اور وہاں ان کی مذہبی عبادت گاہوں اور اسلامی شعائر کے ساتھ ہونے والے ناروا سلوک پر پورے عالم اسلام کو ایک مربوط احتجاج کرنا چاہیئے۔ خاص طور پر مشرق وسطیٰ کے عرب ممالک (جہاں لاکھوں بھارتی ہندو ملازمتوں اور کاروبار میں مصروف ہیں) کو بھارتی حکومت کے اس جانبدارانہ رویہ کے خلاف آواز اٹھانا چاہیئے، پاکستان اس کی تحریک کرے، عالم اسلام کو متوجہ کرے تو سفارتی اور تجارتی تعلقات پر نظر ثانی کی دھمکی بھی دی جا سکتی ہے۔ اگر پاکستان اسلامی ممالک کے سربراہوں کو ادھر متوجہ کرے اور اس میں مؤثر اور فعال کردار ادا کرے تو یقیناً بھارتی حکومت اس دباؤ کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ میں اس عریضہ کے ذریعہ موجودہ حکومت (جسے راجیو حکومت سے دوستی اور رشتے ناتے پر بڑا فخر ہے اور وہ اسے اپنی حکومت کا ایک بڑا کارنامہ بھی تصور کرتی ہے) سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ از راہ خدا وہ اپنے اس قرض کو پہچانے اور ہر بین الاقوامی فورم پر اس مسئلہ کو اٹھائے تاکہ بھارتی حکومت کی جمہوریت اور سیکولرزم کا پردہ چاک ہو اور وہاں مسلم کش فسادات کی مخالفت اور اہل اسلام کی مظلومیت کی حمایت کی جا سکے۔ (حافظ حبیب الرحمٰن کلاچوی)

انبیاء کرامؑ کی توہین کے مذموم مساعی

آنجناب کی معلومات میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ لاہور سے بچوں کا ایک رسالہ ماہنامہ "تعلیم و تربیت" فیروز سنز کی سرپرستی میں نکلتا ہے۔ ماہ اکتوبر ۱۹۸۹ء کے شمارہ کے صفحہ ۳۶ پر "مدین کے کنوئیں پر" نامی کہانی طبع ہوئی (جس کی فوٹو سٹیٹ کاپی خط کے ساتھ منسلک ہے) اس میں حضرت موسیٰ اور حضرت شعیب علیہم السلام کی دو صاحبزادیوں کی خیالی تصویر شائع کی گئی ہے، اور ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ یہ عمل قبیح ماہ اگست ۱۹۸۹ء سے جاری ہے اور ہر شمارہ میں خیالی تصویر الگ الگ ہوتی ہے۔

ابھی شیطان رُشدی کا مسئلہ حل نہیں ہوا تھا کہ یہ مسئلہ کھڑا کر دیا گیا ہے اور اس سے مسلمانوں کے ضمیر سے کھیلا جا رہا ہے مسلمانوں کے دلوں میں حضرت خاتم الانبیاء کی طرح تمام انبیاء کرامؑ کی عزت، احترام اور عظمت واجب ہے۔ حکومت کا یہ فرض ہے کہ تعلیم و تربیت کے نام پر بچوں کے ذہنوں کو خراب کرنے والے رسالے اور اسلامی تشخص کو برباد کرنے والوں کے خلاف شریعت اسلامی کو سامنے رکھتے ہوئے عبرتناک سزا دے۔

آنجناب سے عاجزانہ درخواست ہے کہ پارلیمنٹ میں حکومت سے پُرزور مطالبہ کریں کہ وہ ذمہ دار افراد کو عبرتناک سزا دے۔ قاری تنظیم کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں اس کی پُرزور مذمت کی گئی، جو حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ خطیب جامع مسجد اسٹیشن کراچی (سرپرست اعلیٰ تنظیم ہذا) کی زیر صدارت ہوا، اس کے بعد ایک اخباری بیان جاری کیا گیا جو لف ہذا ہے۔

(قاری تنویر احمد ناظم اعلیٰ تنظیم القراء والحفاظ، کراچی)

الحق کے مضامین اور قارئین کرام کے تاثرات

● آپ کے مؤقر مجلہ "الحق" اگست ۱۹۸۹ء کے شمارہ میں مولانا نامدار اللہ مدنی کا مقالہ "فتنۂ قادیانیت اور مولانا عبدالماجد دریابادیؒ"

پڑھ کر دلی مسرت حاصل ہوئی۔ اس عالمانہ اور منصفانہ مقالے کی اشاعت پر آپ اور مقالہ نگار دونوں مبارکباد کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ مولانا دریابادی مرحوم پر اس اتہام کی مسکت تردید کے لیے آپ دونوں کو جزائے خیر دے۔ (آمین)

مولانا دریابادی مرحوم اس اعتبار سے بڑے مظلوم رہے کہ ایسے بے بنیاد الزامات کے باعث ان کے درخشاں علمی بالخصوص تفسیری کارناموں کا خاطر خواہ اعتراف نہ ہوا، ورنہ جہاں تک مولانا مرحوم کی دینی حمیت اور غیرت کا معاملہ ہے وہ ہمیشہ لادینی، مذہب دشمن اور فاسد عقائد کی ترجمان قوتوں کے خلاف سینہ سپر رہے۔ یگانہ چنگیزی اور نیاز فتحپوری کی سیرت مبارک سے متعلق ہفوات کا انہوں نے دندان شکن جواب دیا۔

دعا گو ہوں کہ "الحق" اسی طرح ہمیشہ "حق" کا علم سربلند کیے رہے۔ (آمین) کار لائقہ سے یاد فرمائیں۔

(عبدالرحیم قدوائی۔ یو، کے)

● آپ کا ارسال کردہ نہایت مفید و معیاری رسالہ "الحق" وقت پر موصول ہو رہا ہے۔ ماشاءاللہ جامعہ کے ہونہار اور ادبی ذوق رکھنے والے طلباء آپ کے رسالے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)

(مولانا) عبدالاحد

امین العام الندوۃ الاثریہ مئونات بھنجن یو۔ پی بھارت)

● بستر علالت پر پڑے پڑے الحق میں شائع ہونے والے مقالوں کا بنظر تعمق مطالعہ کیا، ایک مولانا عبدالقیوم صاحب کا مضمون ہے "امام ابوحنیفہؒ کا نظریۂ انقلاب و سیاست" جو جون ۸۹ء کے پرچے میں شائع ہوا، یہ مضمون مجھے بڑا پسند آیا اور دل سے موصوف کے لیے دعا نکلی اللّٰھم زد فزد

میں نے اس مضمون کو کتابچے (پمفلٹ) کی صورت میں شائع کرنے کے لیے منتخب کر لیا ہے، انشاءاللہ دو چار ماہ تک صدیقی ٹرسٹ کراچی کی طرف سے مفت تقسیم کے لیے کتابچے کی صورت میں شائع ہوگا۔

(علامہ) طالب ہاشمی، لاہور

● "الحق" باقاعدہ بروقت موصول ہو رہا ہے اس کے لیے بے حد مشکور ہوں۔ خود بھی باقاعدگی سے مطالعہ کرتا ہوں اور مدرسہ کے اساتذہ اور طلباء اور پبلک لائبریری میں بہت سے دوسرے لوگ بھی مطالعہ کرتے ہیں۔ بلکہ ہم سے ہر ایک دوسرے شمارے کی آمد کا شدت سے منتظر رہتے ہیں۔ رسالہ کے مضامین بے حد معلوماتی ہوتے ہیں۔ خاص مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے مساعی کو پڑھنے سے ملکی حالات اور سینٹ میں ان کے بیانات یہاں بیٹھے معلوم ہو جاتے ہیں۔ اور محترم مولانا عبدالقیوم حقانی کے قلم سے مضمون "صحیفے یا اہل حق" کا مطالعہ کرنے سے اس کا ایک ایک لفظ دل میں اتر کر ایمان تازہ کرتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے مجلات اور اداروں کو تا قیامت برقرار

رکھیں اور آپ حضرات کی ان کاوشوں کو قبول فرمائیں ۔ آمین

(مولانا) مفتی محمد عبداللہ

جامعہ اسلامیہ سٹیلائٹ ٹاؤن، اسکردو، بلتستان

● مخدوم العلماء شیخ طریقت حضرت مولانا عبدالرزاق ہاشمی صاحب صدر مدرس جامعہ اسلامیہ محمودیہ مانسہرہ طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

آپ کا شمار حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی کے اجل خلفاء میں ہوتا تھا۔ آپ نے اپنی عمر عزیز تدریس، تعلیم و تعلم، اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے وقف کر رکھی تھی سینکڑوں طلباء و معتقدین کو علوم ظاہری و باطنی سے فیضیاب فرما کر بالآخر بروز بدھ بتاریخ ۲ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ اس جہانِ فانی سے رحلت فرما گئے ۔ اطاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ

تمام قارئین حضرات سے التجا ہے کہ وہ حضرت مرحوم کی مغفرت اور رفع درجات کے لیے دعا فرمادیں ۔

سید از کیا ہاشمی عفا اللہ عنہ

● ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان کے مشہور عالم دین حضرت مولانا غلام محمد رغزہ بھی بقضائے الٰہی انتقال کر گئے مرحوم جید عالم دین، اکابر علماء دیوبند سے وابستہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ سے گردیدگی اور قاضیان کلاچی کے قریب ترین احباب میں سے تھے۔ مرحوم **الحق** کے مخلص قاری اور علاقہ بھر میں محبوب شخصیت تھے ۔ قارئین حضرات سے مرحوم کے لیے ایصالِ ثواب، رفع درجات اور خصوصیت سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے ۔

(قاضی عبدالحلیم حقانی کلاچوی)

اُس کے ماتھے کا پسینہ خشک ہونے بھی نہ پائے
آپ محنت کا صلہ دے دیجئے مزدور کو
کاش ہر آجر کے ہو پیشِ نظر قولِ رسولؐ
حرفِ آخر مان لے دنیا اسی دستور کو
ہو رسولؐ اللہ کا کردار اگر خضرِ حیات
خود ہی آدابِ حیات آجائیں گے جمہور کو
PAKISTAN TOBACCO
PTC
COMPANY LIMITED
TELEGRAMS : PAKTOBAC AKORA KHATTAK
TELEPHONES NOWSHERA 498 & 599

Safety
instant milk
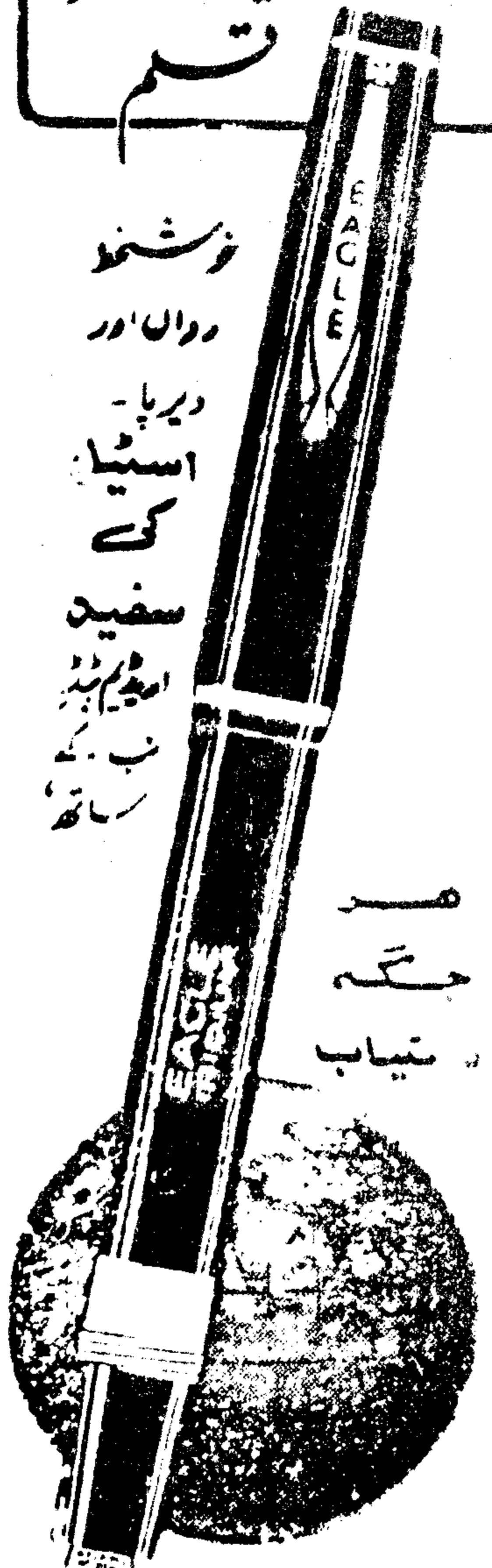
ملکی صنعت قوم کی خدمت ہے

اور

قومی خدمت ایک عبادت ہے

سروس انڈسٹریز

اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے سال ہا سال سے

اس خدمت میں مصروف ہے

قدم قدم حسین قدم قدم آرام

دارالعلوم حقانیہ کی مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس کتب خانہ کے ہال میں منعقد ہوا جس میں مختلف اضلاع سے دارالعلوم کے ارکان شوریٰ نے شرکت کی۔ ۱۰ بجے حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب کی تلاوت سے اجلاس کی باقاعدہ کارروائی شروع ہوئی۔ جناب الحاج محمد عباس خان نے صدارت کی۔ دارالعلوم کے نئے بجٹ کی منظوری کے علاوہ مختلف ترقیاتی تجاویز اور منصوبوں پر غور کیا گیا۔ دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے سال گذشتہ کے مختلف شعبہ جات کی کارگذاری، رفتار کار، ایک جائزہ اور آئندہ کے عزائم پر اپنی تقریر میں تفصیل سے روشنی ڈالی۔ انہوں نے اپنے خطاب میں علوم دینیہ کی اہمیت، ملک اور عالم اسلام کو درپیش نازک مسائل، دینی و علمی اضمحلال، پر نہایت افسوس کا اظہار کیا۔ اور مدارس دینیہ کی اہمیت پر نہایت زور دیا۔ انہوں نے بتایا کہ دارالعلوم کے مختلف تعلیمی اور تنظیمی شعبوں پر پچھلے سال پچیس لاکھ تریسٹھ ہزار سات سو اکہتر روپے ۲۰ پیسے (۲۵۶۳۷۷۱-۲۰) خرچ ہوئے۔ آپ نے رواں سال کے لئے اکتیس لاکھ ستاسٹھ ہزار چھ سو روپے (۳۱,۶۷,۶۰۰) کا بجٹ میزانیہ پیش کیا جس کی ارکان نے غور و خوض کے بعد منظوری دے دی۔

اجلاس کے آغاز میں اکابر علماء، مشائخ اور دارالعلوم کے ان اراکین و معاونین کے حق میں ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی گئی جن کا پچھلے سال انتقال ہوا تھا۔ دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اس موقع پر جو تقریر فرمائی ذیل میں افادۂ عام کے پیش نظر اس سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔

" میں آپ حضرات کی اس زحمت فرمائی، سرپرستی اور شفقت و محبت پر تہہ دل سے ممنون اور شکر گذار ہوں اور دعا ہے کہ باری تعالیٰ آپ حضرات کے ان توجہات اور مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سرپرستی فرمانے پر آپ سب کو سرخروئی دارین، اور اپنے مرضیات سے نوازے اور آپ حضرات کو بیش از بیش جانی، مالی، علمی اور قومی غرض ہر لحاظ سے امور خیر کی توفیق اور دنیا و آخرت کی لازوالی نعمتوں سے

مالا مال فرماوے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ بانی دارالعلوم حقانیہ، اور ان کے قدیم و مرحوم رفقاء اور آپ حضرات نے دارالعلوم کے نظام کو جن مضبوط اور مستحکم خطوط پر استوار کیا تھا بحمداللہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے روحانی فیوضات اور بابرکت نسبتوں کے پیش نظر ان کی وفات کے بعد بھی وہی طریق کار وہی تعلیمی اور انتظامی امور، تمام شعبہ جات میں کارکردگی کے بلند معیار، حسابات کے صاف محتاط اور مثالی ریکارڈ، حسب ضرورت مکانات کی مرمت اور نئے تعمیرات کا سلسلہ بدستور جاری رکھا گیا۔

اور الحمد للہ کہ آپ حضرات کے حسن اعتماد، بھرپور تعاون، مخلصانہ رفاقت اور مفید مشوروں اور صحیح رہنمائی اور معاونت سے اس میں خاطر خواہ کامیابی بھی حاصل رہی۔

دارالعلوم کے خدام اور تمام شعبہ جات کے ذمہ داروں نے اپنے اپنے دائرہ کار اور کام کی رفتار میں ذرہ برابر بھی کسی قسم کی کمزوری، سستی اور تساہل کو روا نہیں رکھا۔ اس سلسلہ کی مکمل اور مفصل رپورٹ "کارکردگی" ہمہ جہتی کام اور عملاً سارا نظام آپ کے سامنے ہے۔ بطور مثال سال رواں کا تعلیمی نقشہ اساتذہ کرام کی کارکردگی، طلبہ کی کثرت اور ازدحام آپ ایک نظر دیکھ لیں۔ تعلیمی سال کے آغاز ہی کے ایک ہفتہ میں طلبہ کی مطلوبہ تعداد کا داخلہ مکمل ہوگیا۔ اور دور دراز سے آنے والے بیسیوں طلبہ کو عدم گنجائش کی وجہ سے داخلہ نہ مل سکا۔ اور اب بھی صورت حال یہ ہے کہ اساتذہ کرام کی طرف سے درسگاہوں میں چٹائیوں پر طلبہ کو قریب قریب بیٹھنے کی تلقین کے باوجود درسگاہوں کو اپنی کم دامنی کی شکایت ہے۔ ہر کتاب میں حاضری اور شرکاء کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ طلبہ جوتیوں کی جگہ اور درسگاہوں کے دروازوں کے سامنے برآمدے میں بیٹھ کر اپنے اساتذہ کا سبق سنتے ہیں۔ دارالاقاموں میں عدم گنجائش کی وجہ سے درسگاہوں کو طلبہ کی رات کی قیام گاہ بنا دیا گیا ہے۔

طلبہ کے ازدحام، کثرت اور ان کی تکلیف کے پیش نظر فوری طور پر دارالحدیث کے مغربی جانب ایک بالائی منزل یعنی ۹ کمروں پر مشتمل جس دارالاقامہ احاطہ سید احمد شہید کا نیا تعمیری کام شروع کیا گیا تھا وہ بحمداللہ مکمل ہوچکا ہے اور اب طلبہ کو بھی اس میں منتقل کر دیا گیا ہے۔

گذشتہ سال سے دارالعلوم میں ایک نئے شعبہ تخصص فی الافتاء کا قیام بھی عمل میں لایا گیا ہے جس میں ذہین ذکی اور اعلیٰ درجہ پر کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ کو علم فقہ کی امہات کتب کے مطالعہ، ان سے اخذ و استفادہ اور فتویٰ نویسی کی تربیت دی جاتی ہے۔ سر دست اس درجہ میں چھ فضلاء کو لیا گیا ہے۔ جن کے لئے قیام و طعام کے علاوہ دارالعلوم ماہانہ وظیفہ کا بھی اہتمام کرتا ہے۔

طلبہ کی تعلیم و تربیت اور اخلاقی معیار کی بلندی اور ہمہ توجہ تعلیم پر مرکوز رکھنے کے پیش نظر دارالعلوم کے اساتذہ کو مختلف احاطوں کی نگرانیاں تقسیم کردی گئی ہیں۔ اساتذہ کرام باقاعدگی سے ہررات احاطوں کا گشت کرتے، طلبہ کی حاضری لیتے اوران کو اپنے تعلیمی سرگرمیوں میں منہمک رہنے پر توجہ دلاتے ہیں جس کے نتائج بھی بحمداللہ حوصلہ افزا ہیں۔ اور جس کے ثمرات میں ایک یہ بھی ہے کہ طلبہ میں غیر تعلیمی سرگرمیاں ختم ہوگئی ہیں۔ امن و سکون، مطالعہ اور تکرار اور تعلیمی ماحول کو مزید استحکام حاصل ہوا ہے۔

دارالعلوم کے شعبہ مؤتمر المصنفین کے سلسلۂ تالیف و تصنیف میں اضافہ بھی بحمداللہ روزافزوں ہے۔ ادارہ کی چھوٹی بڑی مطبوعات کی تعداد تیس ۳۰ سے زائد ہوگئی ہے۔ جس میں بعض کتابیں دوسری اور تیسری مرتبہ بھی چھپ کر ملک و بیرون ملک تقسیم ہوچکی ہیں اور قلیل مدت میں بحمداللہ ادارہ مؤتمر المصنفین کو بھی عالمی سطح پر اعتماد و وقار اور ریسرچ و تحقیق کے سلسلہ میں ایک اہم مقام حاصل ہوگیا ہے۔

تعلیم القرآن مڈل سکول اب باضابطہ طور پر ہائی تک پہنچ گیا ہے بالائی منزل کا تعمیری کام مکمل ہو چکا ہے۔ سٹاف میں اضافہ کی ضرورت کے پیش نظر مزید اساتذہ کرام کی تقرریاں ہوئی ہیں اور اس سال طلبہ سے باضابطہ طور پر ہائی درجہ کے امتحانات حکومت نے لئے اور الحمدللہ کہ نتیجہ حوصلہ افزا رہا۔

آئندہ کے عزائم اور ضروریات | جیسا کہ آپ حضرات اراکین پر واضح ہے کہ دارالعلوم جیسے عظیم ادارہ کے ضروریات اور عزائم کی وسعت اور روز بروز اس میں اضافہ ایک لازمی امر ہے۔ چنانچہ طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد اور ازدحام کے پیش نظر مزید ایک دارالاقامہ جس میں کم ازکم تین سو طلبہ کے قیام کی گنجائش ہو کی فوری ضرورت ہے جس کے لئے کم ازکم بیس لاکھ روپے درکار ہیں۔ جس سے طلبہ کے قیام کا مسئلہ حل ہوسکے گا۔

علاوہ ازیں دارالعلوم کی روزافزوں ترقی وسعت، دارالاقاموں میں اضافہ، سکول، دارالحفظ دارالمدرسین اور بالائی احاطوں کو آب رسانی کا مسئلہ موجودہ صورت حال میں سنگین صورت حال اختیار کئے جارہا ہے۔ دارالعلوم کی جامع مسجد کے بر لب سڑک ہونے کے پیش نظر ہمہ وقت نمازیوں اور مسافروں کا ہجوم رہتا ہے۔ موجودہ صورت حال کے پیش نظر بسا اوقات بسیں رکتی ہیں سواریاں نماز کے لئے اترتی ہیں مگر پانی کی قلت اور بعض اوقات نہ ہونے کی وجہ سے وہ یہاں سے وضو اور نماز پڑھے بغیر آگے چل پڑتے ہیں۔ ایسی صورت حال کے پیش نظر دارالعلوم کے لئے ایک بڑے ٹیوب ویل اور بلند سطح کی ایک مستقل ٹینکی درکار ہے جس پر کم سے کم لاگت ۵ لاکھ روپیہ کا تخمینہ لگایا ہے۔"

نقشہ میزانیہ برائے سال رواں سنہ ۱۴۱۰ھ

مد	رقم	مد	رقم
مطبخ	۸,۰۰۰,۰۰۰	آڈٹ فیس	۴,۰۰۰
ڈاکہ	۸,۰۰۰	وفاق المدارس	۴,۸۰۰
نقد امداد	۵,۰۰۰	درس ریکارڈ	۳,۰۰۰
روشنی وفٹنگ	۹۰,۰۰۰	لاؤڈ سپیکر مرمت	۱,۰۰۰
صابن	۷,۰۰۰	سوئی گیس	۵۰,۰۰۰
اخبارات	۴,۰۰۰	ہنگامی صفائی	۱۸۰۰
طباعت و اشاعت	۱۱,۰۰۰	واٹر پمپ	۱۰۰۰
امتحانات	۵,۰۰۰	تبلیغ مطبوعات مؤتمر	۴,۰۰۰
باغیچہ	۱۳,۰۰۰	مرمت تعمیرات	۶۰,۰۰۰
کتب خریداری و جلد بندی	۶,۰۰۰	پلاٹ بھرائی و بنوائی	۲,۰۰,۰۰۰
ٹیلیفون	۴۳,۰۰۰	مسجد خطیب و مؤذن	۶۰,۰۰۰
بنک چارج	۱۰۰	احاطہ بندی	۲,۵۰,۰۰۰
سفارت	۷۰,۰۰۰	ماہنامہ الحق	۲,۸۰,۰۰۰
سٹیشنری	۳,۰۰۰	تجہیز و تکفین	۲,۰۰۰
تنخواہ معہ الاؤنس مدرسین وعملہ	۵,۰۰,۰۰۰	کرایہ مکانات	۲,۴۰۰
تعلیم القرآن ہائی سکول	۳,۰۰,۰۰۰	تعمیر دار الاقامہ	۱۰,۰۰,۰۰۰
اخراجات ارائنی طور رد	۱۵۰۰	ٹیوب ویل	۲۵,۰۰۰
سامان خرید و فروخت	۲۲,۰۰۰		
آب رسانی	۶,۰۰۰	ٹوٹل	۳۱,۶,۷۶۰۰

We've Developed Fabrics With Such Lasting Quality And Style That Theres Only One Word For It

Star

For high quality fabrics of the most consistent standard, remember the name Star Textile – Star fabrics are made from world famous fibres. Sanforized for Shrinkage Control.

For the most comfortable and attractive shirting and shalwar qameez suits, look for the colour of your choice in Star's magnificent Shangrilla, Robin, Senator fabrics.

To make sure you get the genuine Star quality, check for the Star name printed on the selvedge along every alternate metre.
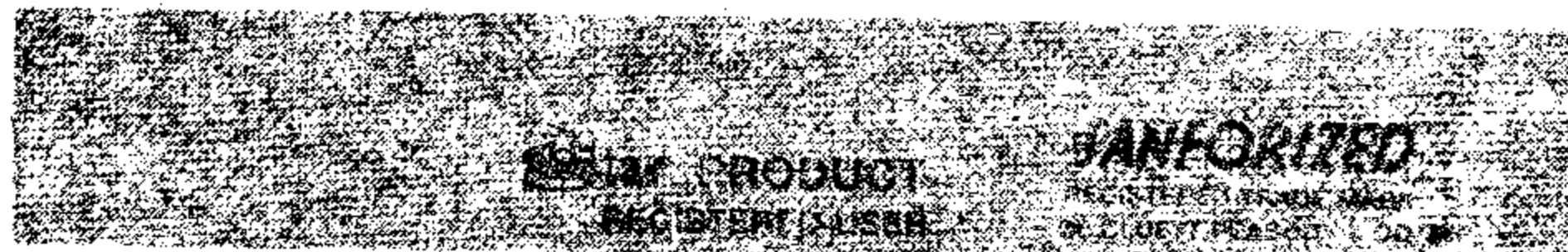
... The essence of style and total comfort!

Star Textile Mills Limited Karachi

P.O. BOX NO. 4400 Karachi 74000